قُل جَآءَ الحَقُّ وَزَهَقَ البَاطِلُ اِنَّ البَاطِلَ کَانَ زَهُوقاً

اہلسنت کا طریقہ صدق و حق سے ہی قوی
رہ سکا قائم نہ اسکے آگے زورِ نادری
ہو گیا سلکِ غلامانِ عمرؓ میں منسلک
خوب کی نادر تری خوش قسمتی نے یاوری

اَلحمدُللّٰہ کہ رسالہ ۳۶

الموسوم بہ

مناظرۂ نادرہ

مابین

سُنّی و شیعہ

جس میں اُس مشہور مناظرے کی کارروائی درج کی گئی ہے جو نادر شاہ ایرانی نے احقاقِ حق کے لئے شیعہ و سُنّی میں کرایا جس میں شیعوں کو شکست فاش ہوئی۔ نادر شاہ نے شیعیت سے توبہ کی۔ اور تمام قلمرو میں اعلان کر دیا کہ اہلسنت والجماعت حق پر ہیں لہذا انہی کے مذہب کی پیروی کی جائے۔ چنانچہ تمام شیعہ مجتہدین قائل ہو کر سابقہ مذہب سے تائب ہو کر جماعت اہلسنت والجماعت میں منسلک ہو گئے۔

والحمد للہ علیٰ ذالک۔

جسے

دائرۃ الاصلاح لاہور نے بتقریب یوم وصال حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماہ جمادی الآخری ۱۳۴۳ھ میں برائے افادۂ اہلسنت و الجماعت چھپوا کر مفت تقسیم کیا۔

کریمی پریس لاہور نزد کوتوالی قدیم باہتمام میر قدرت اللہ پرنٹر چھپا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ زورِ صداقت تھا جس نے نادر کو شیعہ سے سُنی کیا

ہمارے دوست مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے جن کے دل میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی خاص عقیدت ہے۔ جو اس شہرہ آفاق مناظرے کا عربی سے اُردو میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کا تمام مسلمانوں کو ممنونِ احسان ہونا چاہیئے ہم نے اس مضمون کو پڑھا ہے اور مزے لے لے کر پڑھا ہے۔ اس سے مذہب اہلسنت والجماعت کے حق پر ہونے کا ہمیں اور بھی یقین واثق ہو گیا ہے۔ امید ہے جو اہل بصیرت اس کا تعصب کی عینک اتار کر مطالعہ کرینگے وہ کبھی پسند نہیں کریں گے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی شیعہ مذہب میں رہیں ؛

نادر شاہ کا شیعہ سے سنی ہو جانا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ کوئی شخص کبھی خواب میں بھی وہم نہیں کر سکتا کہ نادر شاہ جیسا جوانمرد بہادر تقیہ سے سنی ہو گیا ہو۔ نادر کے حالات کا وقتِ نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد ثابت ہو گا کہ وہ کسی دباؤ یا حرص سے سنی نہیں ہوا۔ بلکہ صداقت نے اسے مجبور کیا۔ کہ وہ ایسے مذہب کو خیرباد کہے۔ جو حق کو چھپانے کی تلقین کرتا ہے اور اسی لئے اس قابل نہیں کہ کوئی شجاع اور غیور انسان اسے ایک ساعت کے لئے بھی قبول کرے ؛

نادر ایران میں اس وقت پیدا ہوا جب یہ فاروقی مجاہدوں کی پاک کردہ سرزمین سلاطینِ صفویہ کی شیعیت نوازی سے قریباً پونے دو سو سال سے رفض و بدعت کا گہوارہ بن چکی تھی۔ وہاں جو لڑکا پیدا ہوتا تھا اس کے کان میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے حق میں کبھی کلمہ خیر نہیں پڑ سکتا تھا۔ اسی لئے جب نادر جوان ہوا تو اس نے شیعی دین کی حمایت کو اپنا نصب العین قرار دیا۔ چنانچہ زور حاصل کر کے جو اس نے پہلا کام کیا وہ سنی افغان بادشاہ اشرف کی حکومت کا ایران سے استیصال تھا۔ اشرف چار سال سے فارس کا بادشاہ چلا آتا تھا۔ چونکہ وہ اہلسنت والجماعت سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لئے نادر نے ۱۱۴۲ھ ۱۷۲۹ء میں اس کی بادشاہی کا خاتمہ کر کے اس کی جگہ طہماسپ صفوی شیعی کو بادشاہ بنا دیا۔

اس کے تعصب کا یہیں خاتمہ نہیں ہو گیا بلکہ وہ اور آگے بڑھا اور غیر شیعہ اقوام کو ایران سے خارج کر کے اس نے قابل و قندھار بھی فتح کر لیا۔ ہمارے شہر لاہور میں بھی آیا۔ اور یلغار کرتا ہوا دہلی جا پہنچا جہاں ۱۱۵۰ھ میں اس نے قتل عام کرایا اور تیس کروڑ کی مالیت کا مال غنیمت لیکر ایران کو واپس چلا گیا ؛

اس وقت سلطنت عثمانیہ دنیا میں بہت بڑی اسلامی سلطنت تھی۔ جس کا مذہب بفضلہ اہلسنت والجماعت تھا۔ نادر چونکہ شیعہ مذہب کا بڑا حامی تھا۔ اس لئے اس نے اس پر بھی دھاوا بول دیا۔ اِس حملہ سے بھی اس کی اصلی غرض شیعہ مذہب کو فروغ دینا اور اس کا کعبہ میں پانچواں مصلّٰے قائم کرانا تھا۔ یہ ہماری رائے ہی نہیں ہے۔ بلکہ تمام معتبر تاریخیں ہمارے بیان کی تصدیق کرتی ہیں۔ دیکھو تاریخ ملکم تاریخ عثمانی ص۲۳۹ اور تاریخ خاندان عثمانیہ صفحہ ۹۱ وغیرہ۔ حق کا زور دیکھو صداقت کی طاقت ملاحظہ کرو کہ وہی نادر جو شیعہ مذہب کو کل جہان میں فروغ دینا چاہتا تھا۔ صدق و راستی کے سامنے اس قدر مجبور ہوا کہ صرف خود سنی بن گیا۔ بلکہ اس نے حکم دے دیا کہ شیعہ مذہب میں جو کفریات بھری ہیں اُن کو چھوڑ دیا جائے اور خطبوں میں بڑے زور سے حضرت علیؓ سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے نام کی منادی ہو۔ چنانچہ بر حکم نادری نافذ ہوتے ہی عمل پذیر ہو گیا۔ اور کوفہ کی جامع مسجد سب سے پہلے ان مبارک ناموں سے گونج اٹھی۔ کیا ہے۔ کوئی سوچنے والا!! جو سوچے اور سمجھے کہ نادر سے طاقتور انسان کو کس نے مجبور کیا کہ مذہب حق کی تائید کرے۔ صاحبان یہ مذہب اہلسنت والجماعت کی صداقت ہے۔ جس کے سامنے بڑے بڑے گردن کشوں کے سر تسلیم خم ہو جاتے ہیں۔ نادر ایک غیور بہادر تھا۔ اس کے لئے شیعہ رہنا واقعی باعثِ ننگ و عار تھا۔ وہ شیر تھا۔ اگرچہ بھیڑوں کے گلے میں اس کی نشو و نما ہوئی تھی۔ جب اس نے اپنے ہمجنس شیروں (ترکوں) کو دیکھا تو وہ حق کا قائل ہو گیا۔ اور اس نے ایسے دین میں رہنا پسند نہ کیا۔ جس کے اظہار میں بقول جعفر صادقؒ ذلت ہو۔ اور جس کے پیروؤں نے دنیا میں کبھی کوئی قابل فخر اسلامی کام نہ کیا ہو۔ آپ اس رسالہ کا نام جس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ معلوم کرنے کے لئے بیتاب ہونگے سو عرض ہے کہ یہ "الحجج القطعیہ لاتفاق فرق الاسلامیہ" سے موسوم ہے۔

اور اس کے مصنف علامہ سید عبداللہ آفندی بن حسین بن مرعی بن ناصر الدین بغدادی عباسی ہیں۔ جو سویدی کے لقب سے مشہور ہیں۔ اور جن کا ذکر اصل کتاب میں بار ہا آیا ہے یہ کتاب ۱۳۲۳ سنہ ہجری میں مطبع موسوم السعادۃ واقع مصر کی طبع شدہ ہے ؛

اعتذار

ہم مترجم رسالہ ہذا سے طالب معافی ہیں کہ اُنھوں نے اِس عجالۂ نافعہ کے ترجمہ کرنے میں جو تکالیف خالصاً لوجہ اللہ گوارا فرمائیں اُس سے ہم نے برادرانِ اسلام کو اس قدر دیر کے بعد مستفیض کیا اصل بات یہ ہے کہ جب مولوی صاحب کی یہ تالیف موصول ہوئی ہم نے اسے چند علماء کرام کو دکھایا مضمون تھا ہی ایسا دلچسپ کہ سب کو پسند آتا مگر چونکہ ہم بغیر اچھی طرح اطمینان قلب حاصل کر لینے کے کوئی رسالہ نہیں چھاپتے اور تقیہ شعار مخالفین کی طرح بے تکی نہیں ہانکتے۔ اس لئے ہم نے مترجم صاحب سے استدعا کی کہ وہ اصل عربی کتاب بھی ارسال فرمائیں۔ تاکہ اس سے مقابلہ کر کے رسالہ شائع کیا جائے۔ مولوی صاحب موصوف نے فرمایا کہ وہ کتاب دوسری کتابوں کے ساتھ مجلد ہے۔ جب وہ لاہور آئیں گے ساتھ لیتے آئیں گے۔ اس کے بعد آپ سے ملاقات نہ ہوئی۔ اور مسودہ کاغذات میں ایسا دبا کہ یاد ہی سے اتر گیا۔ حال ہی میں ایک اور مولوی صاحب نے ذکر کیا۔ کہ ہمارے پاس عربی میں ایک صحیح تاریخی مناظرہ کی کتاب ہے۔ جس کا ترجمہ ہم نے شروع کر دیا ہے۔ اسے دائرۃ الاصلاح ضرور شائع کرے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ وہی کتاب ہے جس کا ترجمہ ہمارے پاس موجود ہے۔ پس ترجمہ کو اصل کے مطابق پاکر ہم نے اپنے فاضل دوست کی محنت کی داد دی اور رسالہ فوراً کاتب کو دے دیا۔ امید ہے مولوی صاحب یہ بیان سن کر اس دیر کو حق بجانب قرار دیں گے۔ کیونکہ ع

اگر دیر آمدم شیر آمدم شیر

دائرۃ الاصلاح لاہور

گذارش ۔ جس دفتر کے جنٹلمین معاونین نے عرصہ سے چندہ ادا نہیں کیا۔ وہ خود ہی سوچ کر حساب جلد بے باق کریں۔ اور جزا پائیں ؛

مقدمہ

اصل رسالے کا ترجمہ کرنے سے پہلے ایک مقدمہ کی تمہید ضروری معلوم ہوتی ہے۔ جس سے ناظرین کرام اور زیادہ محظوظ ہونگے۔ اور جس سے اس رسالے کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے اصل حقائق کا انکشاف ہو جائیگا۔ یہ رسالہ جس کا ہم اس وقت ترجمہ کر رہے ہیں۔ اصل میں عربی زبان میں ہے۔ جس کے مصنف حضرت علامہ شیخ عبد اللہ آفندی مالکی ہیں۔ جو عراق عرب کے اکابر علما اہل سنت والجماعت میں سے تھے۔ علامۂ موصوف نادر شاہ کے حکم سے عراق عرب کے سنی اور شیعہ کے مشہور معرکۃ الآرا مناظرے میں (جو نادر شاہ کے زیر اہتمام منعقد ہوا تھا۔ اور جس میں علمائے اہل سنت والجماعت کو ایسی فتح نصیب ہوئی جو قیامت تک صفحۂ تاریخ پر آفتاب کی طرح روشن رہے گی) جج مقرر کیئے گئے تھے۔ علامۂ موصوف نے اس مناظرے کی کیفیت کو خود قلمبند کیا ہے۔ لیکن اس مباحثہ کے حالات کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ کسی قدر تاریخ کی ورق گردانی کی جائے جس سے ناظرین رسالہ ہذا کی ضیافت طبع کے لئے چند ایک اور لذیذ روحانی کھانوں کا اضافہ ہو جائے۔

خاندان صفوی کی مسلم کشی

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ ایران میں جب سلطنت صفویہ کا آغاز ہوا اور شیخ صفی الدین کے پوتے شاہ اسمٰعیل نے محرم ۹۰۶ھ میں سلطنت کی بنیاد ڈالی اور اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا طہماسپ فرمانروا ہوا۔ اور جب یہ بھی چند دن دنیا کی ہوا کھا کر ملک عدم روانہ ہو گیا۔ تو اس کے بعد اس کا بیٹا شاہ عباس تخت پر بیٹھا۔ شاہ عباس نے تمام ایران کو مسخر کر لیا۔ اور ازبک قوم سے خراسان چھین کر عراق عرب اور آرمینیہ کو فتح کر لیا۔ اور ترکوں سے برابر کی صلح کی۔ شاہ عباس نے ۱۰۳۸ھ ہجری میں انتقال کیا۔ یہ خاندان چونکہ شیعہ مذہب رکھتا تھا۔ اس لئے اس نے سنی مذہب کو بزور شمشیر ایران سے معدوم کر دیا۔ یعنی جو لوگ شیعہ مذہب

قبول نہیں کرتے تھے۔ وہ قتل کر دیئے جاتے تھے۔ اور شاہ اسمٰعیل کے زمانے سے لے کر نادر شاہ کے وقت تک تمام ایرانی قلمرو میں علانیہ منبروں پر چڑھ کر صحابہ کرام کو گالیاں دینا شیعہ مذہب کا ایک رکن قرار پا گیا تھا۔ شیعہ مذہب کے لوگ ہمیشہ سے اسلام کے دشمن چلے آئے ہیں۔ خلافت بغداد کی تباہی کا باعث بھی یہی لوگ تھے۔ اسلامی تاریخ میں یہ امر نہایت قابل افسوس ہے۔ کہ جب کبھی سنی بادشاہوں کا کفار سے مقابلہ ہوا ہے۔ تو شیعہ مذہب کے لوگوں نے ہمیشہ کفار کی مدد کی ہے۔ ایران کے شیعہ فرمانروا بجائے اس کے کہ عیسائی قوم سے لڑتے الٹا جب کبھی ترکوں کی عیسائی طاقتوں سے جنگ چھڑ گئی ہے۔ تو ایرانیوں نے بھی موقع پا کر ترکوں پر حملہ بول دیا ہے۔ لیکن ترکی تلوار کے سامنے ہر بار ان کو سرنگوں ہونا پڑا ہے۔ اور عثمانی فرماں رواؤں نے بارہا اس امر کی کوشش کی صحابہ کرام کو علانیہ گالیاں دینے کی کفریہ بدعت کو ایران سے بزور شمشیر مٹا دیں۔ چنانچہ بارہا ایران پر فوج کشی کی گئی۔ لیکن ایرانیوں کے بھائی عیسائی جنگ چھیڑ کر سدراہ ہو جاتے تھے۔ اور ترک مجبوراً اپنی بڑی طاقت کو ادھر پھیر لیتے تھے۔ اہل سنت کی خنجر خارا شگاف نے ہمیشہ ناموس اسلام کی حفاظت کی ہے۔ اور قیامت تک یہی لوگ اسلام کی حفاظت کرتے رہینگے۔ ایرانی شیعہ اگر احسان فراموش نہ ہوتے۔ تو وہ کبھی ایک ایسے شخص کو گالیاں نہ دیتے۔ جس کے جرار اور قہار لشکر کے طفیل ایرانیوں کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی۔ اگر فاروقی گھوڑے ایران کو پامال نہ کرتے تو آتش پرستی کے سوا ان کے حصے میں اور کیا تھا بہر حال جب صفوی خاندان کی سلطنت کمزور ہو گئی۔ اور ایک طرف سے افغانوں نے شاہ حسین کو ۱۱۳۵ھ میں قتل کر کے اس کے پایہ تخت اصفہان پر قبضہ کر لیا۔ اور دوسری طرف سے ترکوں نے عراق عرب اور آرمینیہ وغیرہ پر تسلط جما لیا تو شاہ حسین کے قتل ہونے کے بعد اس کے بیٹے طہماسپ ثانی نے اپنی حالت کو دوبارہ درست کرنے کی کوشش شروع کی چنانچہ ایران کی بہت سی فوجیں اس نے جمع کیں ٭

نادر کی ملک گیری

انہی فوجی لوگوں میں سے ایک نادر شاہ بھی تھا جو قوم کا افشاری ترک اور ایک معمولی گڈریا تھا۔ لیکن قضا اور قدر کے مالکوں نے اسے خاص قابلیت عنایت کی تھی۔ طہماسپ چونکہ عیاش اور مے نوش تھا۔ لہذا سلطنت کا انتظام اس سے نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے نادر نے رفتہ رفتہ اس کی بارگاہ تک رسائی حاصل کر کے اعتماد حاصل کر لیا۔ اور ایرانی فوجوں کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی نادر سب سے پہلے اصفہان پر حملہ آور ہوا اور افغانوں کو شکست فاش دیکر اصفہان پر قابض ہو گیا۔ اور اس وقت اس نے اپنا لقب طہماسب قلی یعنی طہماسب کا غلام رکھا۔ اصفہان پر قبضہ کرنے کے بعد نادر شاہ نے یہ ارادہ کیا کہ عثمانی ترکوں نے جن ایرانی علاقوں پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ وہ ان سے واپس لے لئے جائیں۔ چنانچہ ایک بہت بڑا بھاری لشکر لے کر اس نے بغداد کا محاصرہ کر لیا۔ ان ایام میں بغداد کا ترکی گورنر احمد پاشا تھا۔ اور احمد پاشا کو ترکی حکومت کی طرف سے یہ ہدایت تھی۔ کہ وہ قلعے کے اندر رہ کر مدافعت کرے کیونکہ ترک حسب معمول دوسری طرف مشغول تھے۔ نادر شاہ نے تقریباً آٹھ مہینے تک بغداد کو گھیرے رکھا۔ اور محصور فوج نے اگرچہ راشن کے ختم ہو جانے کی وجہ سے گھوڑے گدھے بلکہ بلیاں اور کتوں تک کھا لیے لیکن ترکی سپاہیوں نے قلعے کو غنیم کے حوالے نہ کیا۔ اور اسی اثنا میں ترکوں کا مشہور جنرل طوبال پاشا عثمان کثیر التعداد ترکی سپاہ کے ساتھ نادر شاہ کی سرکوبی کے لئے آگیا۔ طوبال پاشا عثمان کی فوج سے نادری فوج کی معرکہ آرائی شروع ہو گئی اور ایک شدید جنگ کے بعد نادر شاہ کو شکست ہوئی اور وہ بقیۃ السیف فوج کو لیکر بھاگ گیا۔ اور پھر کچھ وقفے کے بعد پھر تیاری کر کے بغداد پر حملہ آور ہوا لیکن اس دفعہ بھی کچھ پیش نہ چلی۔ پھر ارض روم پر چڑھائی کی لیکن وہاں بھی منہ کی کھائی۔ اور جب آذر بائیجان کے علاقے میں واپس آیا تو ایرانی لوگوں نے اس کی سلطنت کو تسلیم کر کے اس کے ہاتھ پر بیعت کی

اور اس بیعت کی تاریخ فقرہ الخیر فیما وقع سے نکالی گئی یعنی ۱۱۴۸ھ اس کے بعد نادر شاہ نے ہندوستان پر چڑھائی کی اور دہلی میں قتل عام کر کے تخت طاؤس اور ۶۳ کروڑ روپیہ لیکر اور محمد شاہ کو باجگذار بنا کر واپس چلا گیا ہندوستان کے بعد اس نے تمام افغانستان اور ترکستان پر قبضہ کر لیا۔ اور اس طرح نادر شاہ اس وقت میں ایران۔ ہندوستان۔ ترکستان اور افغانستان کا مالک تھا۔ اور اسی وجہ سے وہ اپنے آپ کو شہنشاہ کہلاتا تھا۔ پھر داغستان پر چڑھائی کی اور چار سال تک اس میں مصروف رہا۔ لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس تمام میں نادر شاہ کی خط وکتابت دولت عثمانیہ کے ساتھ جاری رہی +

نادر مذہب شیعہ کی حمایت میں

نادر شاہ ترکوں سے کبھی تو یہ مطالبہ کرتا تھا۔ کہ میں تیمور کا وارث ہوں علاقہ رہا سے لے کر عبادان کے ورے تک میرے حوالے کر دیا جائے۔ کیونکہ یہ علاقہ تیموری تسلط میں تھا۔ اور کبھی دولت علیہ عثمانیہ سے یہ مطالبہ کرتا تھا۔ کہ وہ اس کے شیعہ مذہب کی تصدیق کرے۔ اور اس امر کا اقرار کرے۔ کہ اسلامی مذہب بجائے چار کے پانچ ہیں۔ اور پانچواں مذہب ہمارا ہے۔ جو دراصل امام جعفر صادق کا مذہب ہے اور ہم نے انہی سے لیا ہے چونکہ یہ ایک برحق مذہب ہے۔ لہذا حرمین الشریفین میں ہمیں بھی پانچویں مصلے کی اجازت دی جائے اور کعبہ مکرمہ میں پانچواں مصلی شیعوں کا ہو۔ اور اس کے علاوہ حج کے راستے کی حفاظت اور حاجیوں کا انتظام بھی ہمارے سپرد کر دیا جائے چونکہ دولت علیہ عثمانیہ کے تمام سلاطین اور ارباب دولت اور علماء اہل سنت حنفی المذہب چلے آتے تھے۔ وہ اس بدعتی کے مطالبات کو کب پورا کر سکتے تھے لہذا نادر شاہ نے پھر ۱۱۵۶ھ میں (مرنے سے چار برس پہلے) عراق عرب پر ایک بھاری جرار لشکر لے کر حملہ کیا۔ اور اس دفعہ اس نے ستر ہزار فوج صرف بغداد کے محاصرے کے لئے رکھی۔ اور نوے ہزار فوج بصرہ کے محاصرے کے لئے بھیجی۔ اور چھ ماہ تک بصرے کا محاصرہ جاری رہا۔ اور قلعوں پر گولہ باری ہوتی رہی لیکن نادری فوج بغداد

کے نزدیک نہ آسکی۔ کیونکہ گورنر احمد پاشا نے پہلے ہی سے اس کو دُور رکھنے کے لئے انتظام کر لیا تھا۔ اور قلعوں کے برجوں پر دور کی مار کی توپیں نصب کر دی تھیں۔ جن کی وجہ سے نادری فوج نزدیک نہیں آسکتی تھی۔ نادر شاہ اپنی فوج کے اس حصے کو بصرے اور بغداد کی تسخیر کے لئے مصروف کر کے خود باقی دو لاکھ فوج کے ساتھ دیرالزور اور گردستان پر حملہ آور ہُوا۔ اور ان علاقوں کو فتح کر کے قلعہ فرقوق پر چڑھ آیا۔ اور آٹھ دن تک اس کا محاصرہ کرنیکے بعد جس میں اس نے پچیس ہزار توپ کے فیر اس پر کئے مسخر کر لیا۔ اور پھر اربل کو فتح کر کے موصل پر آیا موصل کے ترکی قلعوں پر توپ کے چالیس ہزار فیر کئے لیکن کچھ فائدہ نہ ہُوا پھر ایک سرنگ لگا کر بارود سے بھر کر اُسے آگ لگائی۔ لیکن اس سے بھی الٹی اس کی اپنی ہی فوج تباہ ہوئی۔ جب موصل کو مسخر نہ کر سکا۔ تو وہاں سے مایوس ہو کر باقی فوج کو لے کر بغداد کی طرف آیا۔ اور حضرت موسیٰ بن جعفر کے گاؤں میں اتر کر ان کی قبر کی زیارت کی اور پھر محمد جواد کی زیارت کر کے دریائے دجلہ کو ایک کشتی کے ذریعے عبور کیا حضرت امام ابوحنیفہ امام الہمام کی قبر مبارک پر پہنچکر تبرک حاصل کیا۔ اور اس کے بعد نجف اشرف میں آکر حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہٗ کی زیارت کی اور اس گنبد کا بھی ملاحظہ کیا جس کی بابت اس نے یہ حکم دیا تھا۔ کہ وہ سونے کا بنایا جائے۔

نادر کا مطالبہ اور احمد شاہ کی معقول تجویز

اس تمام مذکورہ بالا عرصہ میں اس کی خط و کتابت بغداد کے ترکی گورنر احمد پاشا کے ساتھ جاری تھی۔ جس میں وہ بار بار یہی مطالبہ کرتا تھا۔ کہ دولت عثمانیہ اس امر کی تصدیق کرے کہ شیعہ مذہب ایک صحیح مذہب ہے اور اس امر کو بھی مان لے کہ شیعہ مذہب دراصل امام جعفر صادق کا مذہب ہے۔

لیکن علمائے اہل سنت والجماعت یہی کہتے تھے۔ کہ شیعہ مذہب جو کفریات سے لبریز ہے۔ اہل بیت نبویؐ کا مذہب ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ خود شیعوں کا خود ساختہ مذہب ہے۔ جسے مذہب اسلام سے کچھ تعلق نہیں۔ لیکن آخر کار نادر شاہ نے اپنے اس مطالبہ کو واپس لے لیا۔ اور اس واپسی کی وجہ یہ تھی۔ کہ احمد پاشا کی تدبیر نے نادر شاہ کو اس امر کی ترغیب دلائی کہ مذہب دراصل کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔

جس کا اعتقاد زبردستی کسی کے دل میں رکھا جا سکے۔ بلکہ صحیح مذہب دراصل وہی ہوتا ہے۔ جس کو طبائع صحیحہ اور فطرت سلیمہ طوعاً قبول کرے نہ کہ کرہاً۔ کیونکہ دل میں ہمیشہ کے لئے وہی عقیدہ جاگزیں ہو سکتا ہے۔ جسے دل طبعاً قبول کرے۔ لہذا اگر آپ کا مذہب سچا ہے۔ تو اس بے بہا گوہر کو اس طرح چھپانے کی کیا ضرورت ہے۔ جس طرح کہ عورت اپنے حیض کو چھپاتی ہے۔ بلکہ اسے علی رؤس الاشھاد لوگوں کے سامنے پیش کرنا چاہیئے تاکہ مذاہب کے صراف اسے کسوٹی پر رکھ کر پرکھیں۔ کہ یہ گوہر کس قدر حقیقت گوہری سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس کی یہی صورت ہو سکتی ہے۔ کہ آپ خود اپنے اہتمام میں ایک مجلس مناظرہ کے انعقاد کا انتظام کریں۔ اور اس کی تمام کارروائی خود اپنے ہی زیر اہتمام رکھیں۔ شیعہ علماء کو آپ خود بلالیں اور سنی علماء اگر آپ چاہیں۔ تو میں بھیج سکتا ہوں۔ ورنہ ان کو بھی آپ خود ہی بلالیں۔ اور پھر آپ کے نزدیک جو فرقہ دلائل اور براہین کی رو سے غلبہ حاصل کرے اس کے مذہب کی تصدیق ہم کرنے کے لئے تیار ہونگے احمد پاشا کی یہ تدبیر نہایت قابل تعریف تھی جس سے سنی مذہب کو ایک ایسی فتح نصیب ہوئی جو قیامت تک مشہور رہے گی۔ احمد پاشا کو دراصل اس کے جاسوسوں نے یہ بات ذہن نشین کرادی تھی۔ کہ نادر شاہ ایک غیر متعصب آدمی ہے۔ اور اس کو سنی مذہب سے کوئی ذاتی عداوت نہیں ہے۔ لیکن آخر کار ایرانی النسل ہے۔ اور شیعہ ملاؤں نے جو ہر وقت اس کے گرد پیش رہتے ہیں۔ اسے ایسا بنا دیا ہے چونکہ خود عالم نہیں ہے اس لئے مذہبی فتووں کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اور اس کے علاوہ ترکستان اور افغانستان کی تسخیر کے دوران میں سنی علمائے سے بھی اس کی صحبت رہی ہے جن کی جادو بیانی سے وہ متأثر ضرور ہے۔ لہذا اسے احقاق حق کے لئے خود اپنے ہی اہتمام میں ایک مجلس مناظرہ منعقد کرنی چاہیئے۔ اس کے علاوہ احمد پاشا کو یہ بھی یقین تھا۔ کہ اہل سنت والجماعت جیسا کہ تلوار کے مقابلہ میں کبھی کفر اور بدعت سے مغلوب نہیں ہوئے اسی طرح براہین اور دلائل کے مقابلہ میں بھی ہر ایک موقع پر فتح نے انہی کی قدم بوسی کی ہے۔ لہذا مناظرہ کی صورت میں حق کا ہی بول بالا رہے گا۔ اور اس مناظرے کا اگر اور کچھ نتیجہ نہ نکلے۔ تب بھی اس کا اثر ضرور ہوگا۔ کہ شیعہ ملاؤں کی وہ قدر و منزلت نادر شاہ کی نظر میں نہ رہے گی۔ جو اس سے پہلے ہے۔ اور اس طرح وہ پھر کبھی ایسے بے جا مطالبات نہیں کریگا۔

مُناظرہ کی تجویز منظور ہوگئی

نادر شاہ بہادر ہونے کے علاوہ عقلمند اور مدبر بھی تھا اسے معلوم تھا کہ سوائے ایران کے باقی تمام ممالک جو اس کے زیر تصرف ہیں۔ ان کی رعایا سنی ہے۔ اور اس کا یہ مذہبی تعصب جو شیعہ ملاؤں کا ایجاد کردہ ہے۔ دراصل حکمرانی اور جہان بانی کے اصول کے برخلاف ہے۔ بادشاہ کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ وہ مذہبی تعصب سے الگ رہے نادر شاہ کو یہ بھی معلوم تھا۔ کہ دولت علیہ عثمانیہ اگرچہ اس کی ان کارروائیوں سے اس وقت بعض مجبوریوں کی وجہ سے اغماض کئے ہوئے ہے۔ لیکن جب اس کو فرصت ملے گی۔ تو وہ اس کا انتقام لے گی۔ یہی حالات تھے۔ جن کی وجہ سے نادر شاہ نے احمد پاشا کی تجویز کو قبول کر لیا۔ احمد پاشا کا یہ ایک نہایت دانشمندانہ فعل تھا۔ کہ اس نے اس مجلس کے انعقاد کا بانی مبانی خود نادر شاہ کو ہی ٹھہرایا۔ کیونکہ اس کا اثر بہت زیادہ ہؤا بہ نسبت اس کے کہ احمدؒ پاشا اس کے انتظام کو خود اپنے ہاتھ میں لیتا۔ بہرحال نادر شاہ نے احمدؒ پاشا کو لکھا کہ مجلس مناظرہ کا انعقاد ہونے والا ہے اور اپنی طرف سے کسی ایسے عالم کو بھیجیں جو اس مجلس کا صدر بننے کے قابل ہو۔ اور فن مناظرہ میں یکتا اور زبردست عالم ہو۔ نادر شاہ نے اس مناظرے کے لئے ایران کے بڑے بڑے جلیل القدر شیعہ آقاؤں اور مجتہدوں کو مدعو کیا۔ اور کربلا اور نجف اور حلہ اور خوارزم کے شیعہ علماء بھی بلائے گئے۔ اور اس کے علاوہ بخارا اور افغانستان کے اکابر علما، اہل سنت والجماعت کو بھی نادر شاہ کی طرف سے اس میں شمولیت کی دعوت دی گئی۔ اور اس رسالے میں بڑے بڑے نامی شیعہ علماء کی تعداد ستر تک بیان کی گئی ہے اور صاحب رسالہ نے ہر ایک فریق کے صرف مشہور علماء کے نام قلمبند کئے ہیں۔ ادھر احمد پاشا نے ایک مشہور مالکی المذہب زبردست عالم کو جن کا نام نامی سید عبداللہ آفندی ہے۔ اور اس مجلس کے ہیرو تھے صدر بنا کر بھیجا اور نادر شاہ نے ان کو اس مباحثے کے تمام اختیارات دے دیئے تھے جس کی کیفیت خود مناظرے کے ترجمے سے معلوم ہو جائے گی۔ افسوس ہے۔ کہ جس قدر علامۂ موصوف یا دیگر علمائے اہل سنت تیاری کر کے گئے تھے۔ اس قدر شیعہ علماء مرعوب اور بزدل ہو گئے۔ حال آنکہ نادری فوج

اور نادری قوت ان کی پوری مددگار تھی۔ اور علامۂ سید عبداللہ آفندی نے شروع میں ہی کچھ ایسا رعب بٹھایا کہ تمام شیعہ علماء پر ہیبت طاری ہو گئی۔ اور وہ بجائے اس کے کہ تمام متنازع فیہ مسائل کا تذکرہ چھیڑ کر مباحثہ کو بڑھا دیتے ان کے صدر نے صرف خلافتِ علیؓ کے مسئلے کو چھیڑ کر اپنی شکست کو تسلیم کر لیا۔ اور ایسے مرعوب ہو گئے کہ جو کچھ بحر العلم کہتا جاتا تھا۔ اسے تسلیم کرتے جاتے تھے *

فتح حق ہی کی ہوا کرتی ہے

میں یہاں اس امر کا بیان کر دینا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ نادر شاہ جو اس وقت ہندوستان، ترکستان افغانستان اور ایران کا مالک تھا کس طرح آخر کار باوجود شدید التعصب شیعہ ہونے کے سنی ہو گیا۔ اور اس نے کس طرح خلیفہ اہل سنت والجماعت سلطان محمود خان عثمانی مرحوم کے نام کا کوفہ میں خطبہ پڑھنے کا حکم دیا۔ اور اپنے آپ کو اس نے خلیفۃ المسلمین کا نائب اور چھوٹا بھائی قرار دیا۔ میں جب تاریخ اکس باب پر پہنچتا ہوں تو مجھ پر خلافت عظمیٰ اسلامیہ کی جس کی آج کل بحث چھڑی ہوئی ہے اور جسے بعض لوگ صرف علمائی خودساختہ بات قرار دے رہے ہیں ہیبت طاری ہو جاتی ہے۔ کہ نادر شاہ جیسا شہنشاہ آخر کار عرش خلافت کے سامنے کس طرح سرنگوں ہوا۔ نادر شاہ نے حقیقت نفس الامریہ کا اعتراف کرتے ہوئے صاف الفظوں میں علامہ سید عبداللہ آفندی سے کہدیا کہ میں جب دنیا میں آیا تھا۔ تو میرے باپ دادا میں سے کوئی بھی بادشاہ نہیں تھا۔ لیکن خلیفۃ المسلمین سلطان ابن السلطان ہیں۔ اور میں حکم دیتا ہوں۔ کہ آج جامع کوفہ میں حسب معمولِ اہل سنت جمعہ پڑھا جائے۔ اور خطبہ میں خلفائے اربعہ کا نام حسب ترتیب اہل سنت لیا جائے اور اس کے بعد خلیفۃ المسلمین سلطان محمود خان خادم الحرمین الشریفین کا اور اس کے بعد میرا نام بحیثیت ان کے چھوٹا بھائی ہونے کے لیا جائے۔ ناظرین کرام اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ شاہان اسلام عرشِ خلافت کی کیسی عزت کرتے تھے۔ اس کے متعلق زیادہ تفصیل کی اگر کسی کو ضرورت ہو۔ تو دہ سرٹامس کی اس تاریخ شاہانِ اسلام کو دیکھے جس میں اس نے ۱۷۷۱ء میں اسلامی بادشاہوں

کی تاریخ ان کے رائج الوقت سکون کے کتبوں سے مرتب کی ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ شاہان اسلام اپنے آپ کو خلیفہ وقت کا نائب سمجھتے تھے کیونکہ تقریباً ہر ایک پادشاہ کے سکے پر ایک طرف پادشاہ اور دوسری طرف خلیفہ وقت کا نام ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ خلافت اسلامیہ قرآن مجید کے رو سے اسلام کا ایک جزو لاینفک ہے اگر ضرورت پڑی تو ہم اس موضوع پر پھر کبھی قلم اٹھائینگے۔ واللہ الھادی الموفق للصواب وھو حسبی ونعم الوکیل *

الراقم احقر العباد محمد عبد الرحمن مولوی فاضل و منشی فاضل ۲۲ شہ ۳۰

مباحثہ

سُنّیوں کی طرف سے مناظر کا تقرّر

الحمد للہ رب العالمین والصلواۃ والسلام علی رسولہ سیّدنا محمد خاتم الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین۔ امّا بعد علامہ شیخ عبد اللہ آفندی فرماتے ہیں۔ کہ جب نادر شاہ نجف اشرف میں پہنچا۔ تو بتاریخ ۱۱ شوال ۱۱۵۶ھ شام کے وقت سے کچھ پہلے میرے پاس احمد شاہ گورنر بغداد کا ایک خاص آدمی آیا۔ اور کہا کہ آپ کو احمد شاہ بلاتے ہیں۔ میں مغرب کی نماز کے بعد احمد شاہ کے ایوان میں داخل ہُوا۔ آگے سے احمد آغا میرے استقبال کے لئے آئے۔ احمد آغا گورنر مذکور کے خاص ہمنشین تھے۔ انہوں نے مجھے پوچھا۔ کہ کیا آپ کو معلوم ہے۔ کہ احمد شاہ نے آپ کو کیوں بلایا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ کہا پاشائے موصوف یہ چاہتے ہیں۔ کہ آپ نادر شاہ کے پاس جائیں۔ کیونکہ نادر شاہ نے ہم سے ایک ایسا سنی عالم طلب کیا ہے جو ایرانی شیعہ علمائے کے ساتھ شیعہ مذہب کے متعلق مباحثہ کر سکے۔ اور وہ اس قابل ہو کہ مذہب اہل سنت والجماعت پر دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ پیش کرے۔ جیسا کہ علمائے ایران اپنے مذہب کی حقانیت پر دلائل قائم کرینگے۔ اب اگر خدا نخواستہ

آپ مغلوب ہو گئے۔ تو آپ کو بجائے چار مذاہب اسلامیہ کے پانچویں مذہب کی بھی تصدیق کرنی پڑے گی. اس لئے آپ اس کے متعلق اچھی طرح غور کرلیں. میں احمد آغا کے اس کلام سے سخت گھبرایا۔ اور عرض کیا۔ کہ آپ جانتے ہیں۔ کہ رافضی لوگ اہل مکابرہ اور اہل عناد ہوتے ہیں۔ اور وہ میری باتوں کو اگرچہ وہ حق ہوں کیسے تسلیم کریں گے خصوصاً اس حالت میں جب کہ ان کے پاس اس وقت فوجی قوت بھی ہے۔ اور اس مذہب کا حامی نادر شاہ جیسا آدمی ہے۔ جس کا ظلم اور جبر مشہور رہے۔ تو ایسی صورت میں یہ امید کیسے ہو سکتی ہے۔ کہ میں ان پر حجت قائم کر سکونگا۔ میرے خیال میں ان کے ساتھ بحث کرنے سے کوئی مفید نتیجہ برآمد نہیں ہو گا۔ کیونکہ اول تو رافضیوں کے ساتھ مناظرہ کرنا ہی مشکل ہے۔ جب کہ وہ تمام اُن کتب احادیث کو جن پر ہمارے دلائل کا مدار ہے تسلیم نہیں کرتے۔ اور اگر اثبات مدعی کے لئے میں کوئی قرآنی آیت پیش کرونگا۔ تو وہ اس کے الٹے پلٹے معنی کر کے کہیں گے کہ یہ آیت محتمل المعانی ہے باذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال یعنی یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے۔ کہ دلیل مثبت المدعی میں اگر کسی اور معنی کا بھی احتمال ہو۔ تو ایسی دلیل استدلال کے قابل نہیں ہوتی۔ اور اس کے علاوہ وہ بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ دلیل ایسی ہونی چاہیے۔ جس پر دونوں فریق متفق ہو سکیں۔ پھر اجتہادی امور سے تو صرف ظن ہی ثابت ہوتا ہے۔ اب فرض کیجئے موزوں پر مسح کرنے کا جواز جو صرف احادیث سے ثابت ہے۔ میں ان کے سامنے کیسے ثابت کرونگا۔ کیونکہ اگر میں ایسے نہ کہوں۔ کہ حدیث مسح علی الخفین کو تقریباً ستر صحابہ نے روایت کیا ہے۔ جن میں سے حضرت علی بھی ہیں۔ تو وہ یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہمارے پاس مسح کے عدم جواز پر ایک سو صحابی کی روایت کردہ حدیث موجود ہے۔ جن میں سے حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ بھی ہیں۔ پھر اگر میں اس کے جواب میں یہ کہوں کہ تمہاری تمام حدیثیں جعلی اور موضوع ہیں۔ تو وہ بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ تمہارے احادیث بھی جعلی اور موضوع ہیں۔ پس ایسی صورت ان کو کس طرح الزام دیا جا سکتا ہے لہذا میری رائے یہ ہے کہ آپ بجائے میرے کسی اور حنفی یا شافعی مفتی کو بھیج دیں۔ جو اس کام کے لئے موزوں ہو۔ آغا احمدؒ نے کہا احمد پاشا نے صرف آپ کو ہی منتخب کیا ہے۔ اس لئے آپ کو ہی جانا پڑے گا۔ اور حکم ماننے کے بغیر اور کچھ چارہ نہیں ہے۔ پھر اسی صبح کو پاشائے موصوف سے بھی میری ملاقات ہو گئی۔ اور اس

مناظرے کے متعلق خاص خاص امور معرض بیان میں آئے۔ اور اس کے بعد احمد پاشا نے فرمایا کہ میں خدا تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ اس بارے میں آپ کی مدد فرمائے اور آپ کے دلائل اور براہین کو مضبوط کرے۔ اور آپ کو جانا تو ضرور پڑیگا۔ لیکن آپ کو اختیار ہے۔ کہ آپ ان سے مباحثہ کریں یا نہ کریں۔ میری رائے میں آپ اگر ایسا کریں تو اچھا ہوگا۔ کہ شروع میں ہی آپ جب ان سے ملیں۔ تو کوئی علمی بحث اس مناظرے کے بغیر متعلق چھیڑ کر اپنی قابلیت کا لوہا ان سے منوالیں اور جب اس طرح آپ کا رعب قائم ہو جائے گا۔ تو پھر دیکھ لینا۔ کہ آیا وہ بطور انصاف اظہار ثواب طالب ہیں یا نہیں۔ اگر یہ امید ہوتی کہ وہ انصاف سے علیحدہ نہیں ہونگے۔ تو پھر مباحثہ شروع کر دینا۔ لیکن استقلال کی زیادہ ضرورت ہے۔ اور کسی امر میں بھی ان کے سامنے سرنگوں نہیں ہونا ہوگا۔ دبہ باطل سے دبنے والے اے آسمان نہیں ہم۔ سو بار کر چکا ہے تو امتحان ہمارا) نادرشاہ اس وقت نجف میں ہے۔ اور میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ بدھ کی صبح کو اس کے پاس پہنچ جائیں۔ پھر میرے لئے ایک خلعت فاخرہ اور سواری اور نوکر لائے گئے اور پاشائے موصوف نے خاص اپنی اردل کے بعض سوار بھی میرے ساتھ کر دئیے ؛

علامہ شیخ عبد اللہ آفندی کا تفکر

اور ہم سب ان ایرانیوں کے ساتھ جو ہمارے لینے کے لیئے آئے تھے دوشنبے کے دن عصر سے پہلے بتاریخ ۲۲ شوال بغداد سے نجف کی طرف روانہ ہوئے۔ میں راستہ میں طرفین کے دلائل سوچ رہا تھا۔ اور ہر ایک دلیل پر جو اعتراض کرنا ممکن ہو سکتا تھا اس کا جواب بھی تیار کر لیتا تھا۔ یہاں تک کہ میں نے ایک سو سے زیادہ دلائل تیار کر لیئے۔ اور ہر ایک دلیل پر اعتراض اور اس کا جواب بھی سوچ لیا۔ اور اس طرح گویا کئی سو دلائل ذہن میں جمع ہو گئے۔ راستہ میں مجھے بول الدم کی بیماری بھی لاحق ہوگئی۔ جب ہم رئیس بن مزید کے گاؤں میں پہنچے۔ جو اس وقت نادرشاہ کے قبضے میں تھا۔ تو وہاں اہل سنت والجماعت کے بعض آدمی مجھے ملے جنہوں نے بتایا۔ کہ نادرشاہ نے اس مباحثے کے لئے جو مشہور مفتی بھی اس کو اپنے علاقے میں مل سکتا تھا بلالیا

ہے۔ جن کی تعداد اب ستنر مفتیوں تک پہنچ گئی ہے۔ اور وہ سب کے سب رافضی ہیں جب میں نے یہ سنا تو لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اور انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پڑھا۔ اور اس وقت میری طبیعت عجیب کش مکش میں پڑی ہوئی تھی۔ کیونکہ میں یہ خیال کرتا تھا۔ کہ اگر میں یہ کہوں کہ میں بحث کرنے کے لئے نہیں آیا۔ تو یہ بھی کمزوری کی دلیل ہے۔ جس سے اہل سنت کی کمزوری ثابت ہوگی۔ اور بنا بنایا کام بگڑ جائیگا۔ اور اگر مباحثے میں شریک ہو جاؤں تو پھر یہ ڈر ہے کہ کہیں یہ رافضی لوگ نادر شاہ کے سامنے مباحثہ کے اصلی حالات کو دوسری شکل میں ظاہر کریں۔ اور انصاف کا خون ہو جائے۔ لیکن بہت کچھ غور کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا کہ نادر شاہ کے روبرو مباحثہ کرنے پر زور دیا جائے۔ اور میں نادر شاہ سے یہی کہونگا۔ کہ آپ اپنے سامنے مناظرہ کرائیں۔ اور اس کے علاوہ ایک ایسا منصف بھی مقرر کردیں جو نہ سنی ہو اور نہ شیعہ بلکہ یہودی یا عیسائی ہو۔ تاکہ کسی کی طرفداری کا احتمال نہ رہے۔ اور میں نے یہ بھی سوچ لیا تھا۔ کہ اگر اہل کتاب میں سے کوئی منصف مقرر کیا گیا۔ تو میں اس سے یہ کہونگا۔ کہ دیکھ ہم دونوں فریق نے تجھے حاکم بنایا ہے۔ اور یہ یاد رکھ کہ خدا تعالےٰ کے روبرو تجھکو جواب دینا ہے۔ اس لئے ہماری باتوں کو اچھی طرح سمجھ کر تو نے فیصلہ کرنا ہوگا۔ میں نے یہ بھی سوچ لیا تھا۔ کہ اگر وہ یہودی یا عیسائی شیعوں کی طرفداری کریگا۔ تو میں آخری دم تک لڑونگا۔ خواہ اس میں میری جان ہی کیوں نہ ضائع ہو جائے۔ اس کے بعد۔ مذکورہ بالا گاؤں سے ہم چہارشنبہ کی رات کے وقت میں نکلے اور رات میں خفیف سی بارش بھی ہو رہی تھی۔ اور سخت سردی کے علاوہ اس قدر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ کہ انسان اپنے ہاتھ کو بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اور یہ رات وہی تھی۔ جس کی بابت ایک حماسی شاعر کہتا ہے۔ ؎

فی لیلۃ من جمادی ذات اندیۃ لا یبصر الکلب فی ارجاءھا الطنبا

بہرحال رات بھر چلنے کے بعد صبح کے قریب ہم ذوالکفل نبیؑ کے مشہد تک پہنچے اور کچھ تھوڑی دیر مشہد کے مکان کے باہر ہم نے آرام کیا۔ اور فجر کی نماز ہم نے دنداکن نامی کنوئیں پر پڑھی۔ یہ مقام حلہ اور نجف کے درمیان نصف پر واقع ہے +

شیخ آفندی کی قوتِ ایمانی

اس اثنا میں نادر شاہ کا ایک قاصد دوڑتا ہُوا آ پہنچا۔ اور مجھ سے کہنے لگا کہ جلدی کریں کیونکہ بادشاہ آپ کو بلاتا ہے۔ میرے اور نادر شاہ کے خیمے کے درمیان چھ میل کا فاصلہ تھا۔ اور میں نے قاصد سے پوچھا۔ کہ نادر شاہ کی کیا عادت ہے۔ کہ جب کسی بادشاہ کا ایلچی اس کے پاس آتا ہے۔ وہ اسی طرح راستے میں سے ہی اس کو بلا لیتا ہے۔ یا کچھ دیر ٹھہرانے کے بعد اسے باریابی کا موقع دیتا ہے۔ اس نے کہا صرف آپ کے ساتھ ہی ایسا کیا گیا ہے۔ کہ آپ کو راستے سے ہی بلا لیا ہے۔ ورنہ اور کسی کے ساتھ ایسا نہیں ہُوا۔ کہ اس کو ٹھہرانے کے بغیر ہی بلا لیا ہو۔ میں اس سے گھبرایا اور دل میں یہ خیال پیدا ہُوا۔ کہ جلدی بلانے کی غرض شاید یہی ہو کہ وہ مجھے مجبور کریگا۔ کہ تم امامیہ مذہب کی تصدیق کرو۔ ممکن ہے کہ جبر کرنے سے پہلے وہ مجھے دنیاوی لالچ میں پھنسائے اور اگر میں دنیاوی لالچ میں نہ آیا۔ تو پھر مجھ پر وہ جبر کریگا۔ لیکن میں نے مصمم ارادہ کر لیا۔ کہ خواہ کچھ ہی ہو۔ کلمۂ حق کے کہنے سے باز نہ رہوں گا۔ اگر جان بھی چلی جائے تو پرواہ نہیں لیکن راستی کو نہ چھوڑونگا اور کوئی دنیاوی طاقت مجھے حق کہنے سے نہیں روک سکیگی۔ میرے دل میں اس وقت یہ خیال تھا۔ کہ اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے چلتے چلتے رک گیا تھا۔ اور پھر صدیق اکبر رضؓ کی وجہ سے چلنے لگا۔ اور پھر مسئلہ خلق القرآن کے وقت اس کی رفتار رک گئی۔ لیکن امام احمد بن حنبل کی وجہ سے پھر چلنے لگا۔ اور اب پھر رک گیا ہے۔ لہذا اگر میں ثابت قدم رہا تو یہ چلتا رہیگا۔ اور اگر میں ٹھٹر گیا تو یہ بھی ہمیشہ کے لئے ٹھہر جائیگا۔ اور اس کی ترقی رک جائے گی کیونکہ اسلام کا ٹھہرنا یا چلنا علمائے کاملین کے ثبات قدم پر موقوف ہے۔ اور چونکہ اس علاقہ کے لوگ میری نسبت حسن ظن رکھتے ہیں۔ لہذا اگر میں اس امتحان میں ناکار رہا تو عام اہل سنت شیعہ ہو جائینگے۔ اور اگر کامیاب ہو گیا تو اس کا اثر بھی بہت ہوگا۔ بہر حال میں نے اپنے آپ کو موت کے لئے تیار کر دیا تھا۔ اور کلمۂ شہادت پڑھتا ہُوا اس مقام تک پہنچا جہاں سے دو بڑے بڑے بلند جھنڈے نظر آتے تھے۔ میں نے ان کی بابت پوچھا تو کہا گیا کہ یہ جھنڈے شاہی خیمہ کے گرداگرد نصب کئے جاتے ہیں۔ تاکہ فوجی افسروں کو یہ معلوم ہو جائے کہ بادشاہ اس خیمے کے اندر ہے

اور وہ اپنے اپنے مناصب اور مراتب کے مطابق ان جھنڈوں کے بمیں اور یسار میں حسب قوانینِ مقررہ اتر پڑیں +

شیخ علیہ الرحمتہ نادری دربار میں

اس کے بعد ہم شاہی خیمہ تک پہنچے جو بڑے بڑے سات ستونوں پر نصب کیا گیا تھا۔ اور پھر اس محل تک آئے۔ جس کو کشک خانہ کہتے ہیں۔ یہ کشک خانہ تقریباً پندرہ خیموں پر مشتمل ہوتا ہے۔ جو ایک دوسرے کے بالمقابل نصب کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور جو ایوان دار قبہ نما شکل کی طرح ہوتے ہیں۔ ان خیموں کی وہ جانب شاہی خیمے کے متصل تھی اس کے درمیان ایک نسراپردہ تھا جس کے دروازے پر پردے معلق تھے۔ اور شاہی خیمے کے دہنے جانب جو خیمے تھے۔ ان پر تقریباً چار ہزار رائفل بردار سپاہی دن رات پہرہ دیتے تھے۔ اور بائیں جانب کے خیمے خالی تھے۔ جس میں صرف کرسیاں بچھائی ہوئی تھیں۔ جب میں کشک خانہ کے قریب پہنچا۔ تو گھوڑے سے اتر پڑا اور میرے استقبال کے لئے ایک شخص نکلا۔ جس نے میری بڑی تعظیم کی اور احمد پاشا اور اس کے خاص خاص آدمیوں کی بابت مجھے پوچھتا رہا۔ مجھے تعجب آتا تھا کہ یہ شخص احمد پاشا اور اس کے خاص آدمیوں کا اس قدر کس طرح واقف ہوا۔ لیکن اس نے خود ہی میرے اس تعجب کو دور کرتے ہوئے کہا۔ کہ میرا نام عبدالکریم بیگ ہے۔ اور میں احمد پاشاہ کے پاس مدت تک ملازم رہا ہوں۔ اور ان ایام میں ایرانی سلطنت کی طرف سے ایلچی بن کر سلطنت عثمانیہ کی طرف جا رہا ہوں۔ اسی اثناء میں نو آدمی اور آگئے اور عبدالکریم بیگ ان کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا۔ لیکن میں بیٹھا رہا۔ انہوں نے مجھے السلام علیکم کہا جس کا میں نے جواب دیا۔ میں نہیں جانتا تھا۔ کہ یہ لوگ کون ہیں۔ لیکن عبدالکریم بیگ نے میرا ان سے تعارف کرایا۔ اور کہا کہ یہ معیار الممالک حسن خاں اور یہ مصطفےٰ خاں ہے۔ اور یہ نظر علی خاں ہے۔ اور یہ مرزا ذکی ہے۔ اور یہ مرزا کافی ہے۔ جب میں نے معیار الممالک کا نام سنا تو میں کھڑا ہو گیا۔ اور اس پر ان سب نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ اور مرحبا کہا۔ یہ معیار الممالک نادر شاہ کا وزیر اعظم کرجی النسل اور شاہ حسین مقتول کا چچا زاد بھائی تھا۔ پھر انہوں نے مجھے کہا کہ مہربانی کیجئے

اور بادشاہ کی ملاقات کے لئے تشریف لے چلئے۔ میں چل پڑا اور انہوں نے اس پردے کو جو سراپردہ کے درمیان میں تھا اٹھایا۔ جس کے بعد ایک دوسرا پردہ نظر آیا۔ اور ان دونوں سراپردوں کے درمیان تقریباً تین گز کا فاصلہ تھا انہوں نے مجھے وہاں ٹھہرا کر کہا۔ کہ جہاں کہیں ہم ٹھہر جائینگے۔ وہاں آپ بھی ٹھہر جائیں۔ اور جب ہم چلنے لگیں۔ تو آپ بھی چلیں۔ یہاں سے ہم کسی قدر بائیں جانب کو چلے جہاں سراپردہ ختم ہو گیا تھا اور یہاں دفعتہً میری نظر ایک بہت بڑے رقبے پر پڑی جو سراپردوں سے گھرا ہوا تھا۔ اور دور سے دکھائی دیتا تھا۔ اور جس کے اندر بہت سے خیمے تھے۔ جس میں اس کی عورتیں اور تمام حرم رہتا تھا۔ اتنے میں میری نظر شاہی خیمے پر جا پڑی۔ اور میں نے دیکھا کہ نادرشاہ ایک بہت بلند کرسی پر جلوہ افروز ہے۔ یہ خیمہ مجھ سے تقریباً سو گز کے فاصلے پر تھا۔ جب نادرشاہ نے مجھے دیکھا تو میرا نام لے کر بلند آواز سے مرحبا کہتے ہوئے کہا۔ کہ احمدشاہ نے مجھے خبر دی ہے۔ کہ میں نے عبداللہ آفندی کو آپ کے پاس بھیجا ہے۔ پھر نادر نے مجھے کہا کہ آگے آیئے۔ میں تقریباً دس قدم آگے بڑھا اور ٹھہر گیا۔ اور میرے دہنے جانب تمام خوانین تھے۔ اور بائیں جانب عبدالکریم بیگ تھا۔ نادرشاہ نے پھر کہا آگے آیئے۔ پھر دس قدم آگے بڑھا اور اسی طرح کرتے ہوئے میں تقریباً پانچ گز کے فاصلے پر پہنچ گیا +

نادر کا حلیہ

نادرشاہ کی نشست سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ ایک طویل القامت آدمی ہے اس کے سر پر مربع شکل کا ایک عجمی کلاہ تھا۔ جس پر ریشمی پگڑی باندھی ہوئی تھی۔ اور اس پر یاقوت موتی ہیرے۔ غرض ہر ایک قسم کے نفیس جواہر لگے ہوئے تھے۔ نادرشاہ کی گردن میں بھی موتیوں اور جواہر کے ہار تھے۔ اور بازوؤں پر بھی کپڑے کے ٹکڑے پر نفیس جواہرات لگا کر کپڑے کو بازوؤں کے ساتھ سیا ہوا تھا۔ چہرے سے عمر رسیدہ معلوم ہوتا تھا۔ اگلے دانت گر گئے تھے اور تقریباً اسی سال کی عمر کا معلوم ہوتا تھا۔ داڑھی اگرچہ وسمے سے سیاہ کی ہوئی تھی لیکن خوبصورت معلوم ہوتی تھی۔ اور کمانی شکل کے کشادہ ابرو بہت خوبصورت تھے۔ آنکھوں میں کسی قدر زردی تھی۔ لیکن خوبصورتی

سے خالی نہ تھیں۔ خلاصہ یہ کہ وہ ایک خوبصورت انسان تھا۔ اور جب میں نے اسے دیکھ لیا تو اس کی ہیبت میرے دل سے زائل ہو گئی ؎

نادر سے گفتگو اور مباحثہ کی تیاری

پھر نادر شاہ نے ترکمانی زبان میں مجھ سے پوچھا۔ کہ احمد پاشا کا کیا حال ہے۔ میں نے کہا بخیریت ہیں۔ پھر کہنے لگا کیا تم کو معلوم ہے۔ کہ میں نے تم کو کیوں بلایا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ کہا میں نے تم کو اس لئے بلایا ہے۔ کہ میری سلطنت میں اس وقت دو مذہبی گروہ ہیں۔ سنی اور شیعہ اور ترکستان اور افغانستان کے لوگ ایرانیوں سے یہ کہتے ہیں۔ کہ تم کافر ہو۔ اور میں یہ نہیں چاہتا کہ میری سلطنت میں ایسے لوگ ہوں۔ جو ایک دوسرے کو کافر کہیں۔ اس لئے آپ میری طرف سے وکیل ہیں۔ اور آپ کا کام یہ ہو گا۔ کہ آپ ان تمام کفریات کو دور کر کے سب کو ایک کر دیں۔ تاکہ کوئی ایک دوسرے کو کافر نہ کہے اور سب آپس میں متفق ہو جائیں۔ اور یہ تمام کارروائی آپ مجھ تک اور احمد پاشا تک بے کم و کاست پہنچا دیں۔ اور اس کے بعد نادر شاہ نے مجھے یہ بھی حکم دیا کہ میں ظہر کے بعد ملا باشی علی اکبر سے ملوں۔ اور یہ کہ میرا دار الضیافت اعتماد الدولہ کے پاس ہے۔ یعنی میری ضیافت اور رہائش کا انتظام اعتماد الدولہ کریگا۔ پھر نادر شاہ نے مجھے رخصت کیا۔ میں وہاں سے ایسی حالت میں نکلا۔ کہ خوشی کے مارے پھولا نہیں سماتا تھا۔ کیونکہ ایرانیوں کا مذہبی معاملہ میرے ہاتھ میں آگیا تھا۔ میں دار الضیافت میں آکر تھوڑی دیر ٹھیرا تھا۔ کہ اتنے میں اعتماد الدولہ آگیا۔ اور مجھے کھانا کھلانے کے لئے بلایا۔ اور میری مہمانی کی خدمت کے لئے نظر علی خاں۔ اور عبد الکریم بیگ اور ابو ذر بیگ مقرر کئے گئے تھے۔ جب میں اعتماد الدولہ کے پاس پہنچا تو میں نے اسے السلام علیکم کہا اور اس نے بیٹھے ہوئے میرے سلام کا جواب دیا اور میری تعظیم کے لئے کھڑا نہ ہوا۔ اور اس کا یہ فعل مجھے بہت ناگوار معلوم ہوا۔ اور میں نے دل میں یہ خیال کیا۔ کہ نادر شاہ نے مجھے حکم دیا ہے۔ کہ میں تمام کفریات کو مٹا دوں۔ اس لئے بسم اللہ اعتماد الدولہ کے قتل سے کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اس نے عمداً ایک عالم کی تحقیر کی ہے۔ لیکن جب میں بیٹھا تو اعتماد الدولہ فوراً کھڑا ہو گیا۔ اور مجھے مرحبا کہا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک طویل القامت گورے رنگ کا آدمی ہے۔ جس کی لمبی

داڑھی پر وسمہ لگا ہوا تھا۔ اور نہایت عقلمند اور علمی مذاکرات کو سمجھنے والا انسان تھا۔ اور اس کی طبیعت کا میلان اہل سنت والجماعت کی طرف تھا۔ بہر حال جب وہ کھڑا ہو گیا۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ ان لوگوں کی رسم ہے۔ کہ مہمان کے بیٹھ جانے کے بعد اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ میں نے اس کے پاس کھانا کھایا۔ اور اس کے بعد حکم آگیا کہ میں ملا باشی علی اکبر کے ساتھ مناظرہ کروں۔ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور میری جلو میں ضیافت کے منتظمین جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک شخص لمبے قد کا ملا جو بظاہر پٹھان معلوم ہوتا تھا۔ اس نے مجھے السلام علیکم اور مرحبا کہا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اس نے کہا کہ میں ملا حمزہ قلنجانی افغانوں کا مفتی ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم عربی زبان بولنی جانتے ہو۔ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا کہ نادر شاہ نے مجھے تفصیلاً یہ نہیں بتایا۔ کہ ایرانی رافضیوں کے کون کون سے کفریات کو دور کر دیا جائے۔ اور شائد وہ بعض کفریات پر اڑ بیٹھیں یا ان کے بعض کفریات ایسے ہوں جو مجھے معلوم نہ ہوں کیونکہ مجھے ان کے مذہب کے تمام جزئیات سے واقفیت نہیں ہے۔ لہذا برائے مہربانی اثنائے گفتگو میں اگر آپ ان کی کفریات پر آگاہ ہوں تو مجھے بتا دینا۔ تاکہ میں اس کے دور کرنے کی کوشش کروں۔ ملا حمزہ نے کہا کہ آپ بالکل نادر شاہ کی بات پر دھوکا نہ کھائیں کیونکہ نادر شاہ اسی صورت میں رافضیوں کے تمام کفریات کو دور کرنے کے لئے تیار ہوگا۔ جب کہ آپ ملا باشی علی اکبر کے ساتھ مباحثہ کر کے اسے مغلوب کر لیں گے۔ اس لئے آپ کو نہایت استقلال اور حزم و احتیاط کے ساتھ بحث کرنی ہوگی۔ میں نے کہا کہ ملا باشی کے ساتھ بحث کرنے کے لئے تیار رہوں لیکن مجھے یہ ڈر ہے۔ کہ یہ لوگ ناانصافی کریں گے۔ اور یہاں ہم اگر غالب بھی ہو جائیں تو پھر بھی نادر شاہ کو جا کر یہی کہیں گے کہ سنی ہار گئے ہیں۔ اور ہر ایک بات کو الٹی کر کے بتایا کرینگے۔ ملا حمزہ نے کہا۔ کہ آپ اس کی کچھ پروا نہ کریں کیونکہ نادر شاہ نے اصلیت کو دریافت کرنے کے لئے جاسوسوں کا ایسے طریق سے جال بچھایا ہے۔ کہ کوئی شخص خلاف واقع بات اس تک نہیں پہنچا سکتا۔ ہر ایک جاسوس کے اوپر دوسرا جاسوس نگراں مقرر کیا گیا ہے۔ اور پھر کسی جاسوس کو یہ خبر نہیں کہ دوسرا جاسوس کونسا ہے اس لئے یہ بالکل ناممکن ہے۔ کہ پادشاہ پر اصلیت پوشیدہ رہ جائے۔ جب میں ملا باشی

علی اکبر کے خیمے کے پاس پہنچا۔ تو وہ پیادہ پا میرے استقبال کے لئے نکلا۔ ملا باشی علی اکبر گندم گون کوتاہ قد کا آدمی تھا۔ میں اپنے گھوڑے سے اترا اور اس نے مرحبا کہہ کر اپنی مسند کے اوپر مجھے بٹھایا۔ اور خود میرے سامنے اس طرح بیٹھ گیا۔ جیسے استاد کے سامنے شاگرد بیٹھتا ہے۔ اس کے بعد سلسلۂ کلام شروع ہو گیا۔ ملا باشی نے ملا حمزہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ کہ آپ نے آج ہادی خواجہ بحر العلم کو دیکھا ہے ہادی خواجہ حنفی المذہب بخارا کا قاضی تھا۔ جو بحر العلم کہلاتا تھا۔ اس کو بھی نادر شاہ نے مع دیگر چھ علمائے کے بلایا تھا۔ چنانچہ میرے آنے سے چار دن پہلے یہ لوگ نادر شاہ کے کیمپ میں پہنچ گئے تھے۔ ملا حمزہ نے کہا کہ ہاں میں نے ہادی خواجہ بحر العلم کو دیکھا ہے۔ ملا باشی علی اکبر نے کہا کہ معلوم نہیں وہ کس طرح بحر العلم کہلاتا ہے۔ جب کہ علم کے نام سے بھی وہ واقف نہیں ہے ۔

حضرت علیؑ کی خلافت کے متعلق شیعوں کے دلائل

خدا کی قسم اگر میں حضرت علی کی خلافت کے متعلق دو دلیلیں اس کے سامنے پیش کر دوں۔ تو وہ ان کا جواب کبھی نہیں دے سکے گا۔ بلکہ وہ دو دلیلیں ایسی ہیں۔ کہ تمام اکابر اہل سنت بھی ان کا جواب دینے سے عاجز ہیں۔ ملا باشی نے اس جملے کو تین دفعہ دوہرایا آخر کار مجھ سے نہ رہا گیا۔ اور میں نے پوچھا کہ بتائیے وہ کونسی ایسی دو دلیلیں ہیں۔ جن کا جواب کوئی سنی عالم نہیں دے سکتا۔ ملا باشی نے کہا کہ تعیین بحث سے پہلے میں آپ سے صرف یہ سوال کرتا ہوں۔ کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو یہ نہیں فرمایا تھا کہ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی اور کیا آپ اس کو مرفوع صحیح حدیث تسلیم کرتے ہیں یا نہیں میں نے کہا ہاں یہ ایک مشہور حدیث ہے۔ اور اس کی صحت اور سقم پر آگے چل کر بحث کریں گے۔ تم اپنا مطلب بیان کرو۔ ملا باشی نے کہا کہ یہ حدیث بلحاظ اپنے صریح اور صاف مفہوم کے اس امر کی قطعی دلیل ہے۔ کہ آنحضرتؐ کے بعد خلیفہ برحق حضرت علیؓ ہیں میں نے پوچھا کہ خلافت علیؓ پر اس حدیث سے کس طرح استدلال کرتے ہو تفصیلاً بیان کرو۔ اس نے کہا۔ کہ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتؐ

ہارون علیہ السلام کے تمام مراتب سوائے نبوۃ کے حضرت علیؓ کے لئے ثابت کر دیئے ہیں۔ اور صرف نبوۃ کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ اور استثناء معیار العلوم ہے۔ لہذا حضرت علیؓ کے لئے خلافت ثابت ہوئی کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام کے مناصب میں سے ایک خلافت بھی ہے۔ اب اگر حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے نہ مرجاتے تو وہ ان کے بعد خلیفہ ہوتے۔ میں نے کہا کہ تمہارے صریح کلام سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ قضیہ موجبہ کلیہ ہے۔ تو بتاؤ کہ اس ایجاب کلی کا سور (وہ علامت جو کلیت پر دلالت کرتی ہے) کیا ہے۔ اس نے کہا اس کا سور بقرینۂ استثناء وہ اضافت ہے۔ جو استغراق میں ہے۔ میں نے کہا بہتر ہے۔ اب تفصیلی جواب سنو۔ تمہارا یہ مذہب ہے کہ خلافت کے ثبوت کے لئے نص جلی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ حدیث نص جلی نہیں کیونکہ محدثین میں سے کوئی تو اس کو صحیح ٹھہراتا ہے۔ اور کوئی حسن اور کوئی ضعیف بلکہ علامہ ابن جوزی نے اس کو موضوع قرار دیا ہے۔ لہذا یہ حدیث خلافت علیؓ کو ثابت نہیں کر سکتی۔ کیونکہ وہ تمہارے مذہب کے مطابق نص جلی نہ رہی۔ ملا باشی علی اکبر نے کہا کہ بیشک ہمارا یہی مذہب ہے۔ کہ ثبوت خلافت کے لئے نص جلی کی ضرورت ہے۔ اور میں اس امر کو بھی تسلیم کرتا ہوں۔ کہ یہ حدیث نص جلی نہیں۔ اور ہم تو مذکورۂ بالا حدیث سے خلافت علیؓ کو ثابت نہیں کرتے بلکہ ہم تو حدیث الطائر اور حدیث سلموا علی علی امرۃ المومنین سے حضرت علی کی خلافت ثابت کرتے ہیں۔ اور یہ دونو حدیثیں حضرت علی کی خلافت پر نص جلی ہیں۔ لیکن چونکہ اہل سنت ان دونوں حدیثوں کو موضوع قرار دیتے ہیں لہذا میں نے ان دونو حدیثوں کو چھوڑ کر آپ سے یہ سوال کیا ہے۔ کہ آپ اس حدیث سے خلافت علی کو کیوں نہیں ثابت کرتے۔ جو کہ آپ کی کتابوں میں موجود ہے ؟

شیعی دلائل کا عالمانہ رد

میں نے کہا کہ یہ حدیث خلافت علیؓ پر دلیل نہیں ہوسکتی۔ اول تو اس لئے کہ تمام مراتب ہارون علیہ السلام کا استغراق حضرت علیؓ کے لئے ممنوع ہے۔ کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں بھی نبی تھے۔ حال آنکہ حضرت علیؓ بالاتفاق نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نبی تھے۔ اور نہ ہی آپ کے بعد۔ اس لئے کہ ہارون

علیہ السلام کے تمام مراتب حضرت علیؓ کے لئے ثابت کئے جائیں تو اس سے یہ لازم آئے گا۔ کہ حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اور آپ کے بعد بھی نبی ہوں واللازم باطل فالملزوم مثلہ کیونکہ مطلق نبوت جو ہارون علیہ السلام کے مراتب میں سے ایک مرتبہ ہے مستثنیٰ نہیں کی گئی۔ بلکہ مستثنیٰ تو نبوت بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے دوم یہ کہ حضرت ہارون علیہ السلام کے مراتب میں سے مثلاً ایک امر یہ بھی ہے۔ کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بھائی ہیں حال آنکہ حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی بھائی نہیں ہیں۔ اور یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے۔ العام اذا تخصص من غیر استثناء صادق دلالتہٗ ظنیۃ لہٰذا اس حدیث سے صرف ایک ہی مرتبہ مراد لیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ لفظ بمنزلۃ میں تاء وحدت کا بھی یہی مقتضیٰ ہے۔ جب یہ ہُوا تو پھر یہ اضافت عہدی ہوئی نہ کہ استغراقی جیسا تمہارا خیال ہے۔ والاصل فی الاضافۃ ان تکون للعہد اور لفظ الا اس حدیث میں بمعنی لکن ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ فلان جواد الا انہ جبان پس یہ قضیہ موجبہ کلیہ نہ ہُوا جیسا کہ تمہارا خیال ہے۔ بلکہ یہ قضیہ مہملہ ہے جس میں افراد کی کمیت بیان نہیں کی جاتی اور جس میں مناطقہ کے نزدیک بعض غیر معین افراد ہی مراد لیئے جاتے ہیں۔ اور تعیین کرنے والا کوئی خارجی امر ہوتا ہے۔ اور یہاں اس حدیث میں وہ خاص مرتبۂ معینہ مراد ہے۔ جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں حاصل ہُوا تھا۔ جب کہ ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر جاتے ہُوئے۔ اپنی قوم میں اپنا جانشین چھوڑ گئے تھے چنانچہ آیت واخلفنی فی قومی اس پر دلالت کرتی ہے۔

نبیؐ کی زندگی میں خلافت

اور حضرت علیؓ کا وُہ خاص مرتبہ اس حدیث میں جو کہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حاصل ہُوا۔ جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو واقعۂ غزوہ تبوک میں مدینہ منورہ میں اپنا جانشین بنایا تھا۔ ملا باشی نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانا اس امر کی دلیل ہے۔ کہ حضرت علیؓ افضل ہیں۔ اور ان کے بعد خلافت انہی کا حق ہے۔ میں نے کہا کہ یہ صحیح نہیں کیونکہ پھر تو ابنِ ام مکتوم

کا بھی یہی حق ہے۔ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ ہوں کیونکہ ان کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ پر خلیفہ بنایا تھا۔ لہٰذا حضرت علیؓ کی تخصیص تم نہیں کر سکتے جب کہ اس استخلاف میں سب برابر ہیں۔ اور نیز اس واقعہ میں حضرت علیؓ کا مدینہ منورہ میں خلیفہ بنایا جانا اگر باعث فضیلت ہوتا۔ تو خود حضرت علیؓ اس کے برخلاف احتجاج نہ کرتے اور اس پر راضی ہو جاتے حال آنکہ حضرت علیؓ اس پر راضی نہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ آپ مجھے عورتوں اور بچوں اور بوڑھوں میں چھوڑے چلے ہیں۔ جس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دیتے ہوئے یہ فرمایا تھا اما ترضی ان تکون منی الخ اس پر ملا باشی علی اکبر نے یہ کہا۔ کہ تمہارے اصول فقہ میں یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے۔ کہ العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب میں نے جواب دیا کہ میں نے خصوص سبب کو دلیل نہیں ٹھہرایا۔ بلکہ خصوص سبب صرف قرینہ ہے۔ جو کہ ایک مبہم رہم فرد کی تعیین کرتا ہے۔ اس پر **ملا باشی خاموش ہو گیا**۔

خلافتِ علیؓ پر دوسری دلیل مباہلہ اور اس کی حقیقت

اس کے بعد اس نے کہا کہ میرے پاس ایک اور دلیل ہے جو کسی تاویل کو قبول نہیں کر سکتی اور وہ خدا تعالےٰ کا یہ قول ہے۔ قل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم و نساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنت اللہ علی الکٰذبین میں نے کہا کہ دلیل کی وجہ بیان کرو کہ خلافتِ علیؓ کو کس طرح اس آیت سے ثابت کرتے ہو۔ اس نے کہا کہ جب نجران کے عیسائی مباہلہ کے لئے آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آل بیت یعنی حسین اور حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو بلایا اور دعا کے لئے نکلے اور دعا کے لئے اس شخص کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ جو افضل ہو۔ میں نے جواب دیا کہ اس سے صرف مناقب ثابت ہو سکتے ہیں۔ نہ کہ فضائل۔ فضائل اور چیز ہیں اور مناقب اور۔ اور ہر ایک صحابی جیسا کہ کتب سیر سے معلوم ہوتا ہے۔ ایک خاص قسم کی منقبت رکھتا تھا۔ جو دوسرے میں نہیں پائی جاتی تھی۔ دوم یہ کہ قرآن مجید کا نزول محاورات عرب کے مطابق ہوا ہے۔ مثلاً دو قبیلوں کے دو بڑے بڑے سرداروں میں لڑائی

کی صورت پیدا ہو جائے۔ اوران میں سے ایک دوسرے سے کہے کہ تم بھی اپنے قبیلے کے چند خاص آدمیوں کو بلاؤ یعنی لڑائی کے لئے اور میں بھی اپنے قبیلے کے چند خاص آدمیوں کو لیکر نکلتا ہوں۔ اور کوئی غیر آدمی نہ تو ہمارے ساتھ ہو اور نہ ہی میں ساتھ لاؤنگا۔ تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دو بڑے سرداروں کے پاس سوائے ان کے چند خاص آدمیوں کے اور کوئی بہادر نہیں ہے (بلکہ ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس ایسے لوگ بھی موجود ہوں۔ جو بہادری میں ان کے اپنے قبیلے کے لوگوں سے زیادہ ہوں، لیکن چونکہ دشمن نے یہ شرط لگائی ہے۔ کہ جانبین میں سے صرف اپنے ہی قبیلے کے لوگ ہوں۔ لہذا لڑائی کے لئے انہی کو بلایا جائیگا) سو تم یہ کہ اس واقعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اقارب کو اس لئے بلایا تھا۔ کہ اقارب کے روبرو اور ان کی معیت میں دعا میں خشوع اور خضوع زیادہ ہوتا ہے۔ جس سے دعا جلدی قبول ہوتی ہے۔ ملا باشی علی اکبر نے کہا کہ خشوع اور خضوع دعا میں سوائے کثرت محبت کے پیدا نہیں ہو سکتا۔ (لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اہل بیت کے ساتھ نسبت اور لوگوں کے زیادہ محبت ہو گی) میں نے کہا کہ انسان کو اپنی اولاد یا خویش واقارب سے جو محبت ہوتی ہے۔ وہ طبعی اور جبلی محبت ہوتی ہے۔ اور انسان بالطبع اپنی جان کو اور اپنی اولاد وغیرہ کو تمام دوسرے لوگوں سے جو اس کی اولاد سے افضل بھی ہوتے ہیں زیادہ محبوب رکھتا ہے۔ اور اس طبعی محبت پر کوئی ثواب یا عذاب مرتب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ محبت جو موجب ثواب یا عذاب ہے۔ وہ اختیاری محبت ہے۔ نہ کہ اضطراری۔ ملا باشی علی اکبر نے کہا۔ کہ اس آیت میں ایک اور بات بھی ہے۔ جو حضرت علیؓ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔ وہ یہ کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس کو حضرت علیؓ کا نفس اور ان کی جان کو حضرت علیؓ کی جان قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ ابناءنا سے حسنؓ اور حسینؓ مراد ہیں۔ اور نساءنا سے فاطمہؓ مراد ہیں۔ اور باقی لفظ انفسنا میں سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ۔ اور کوئی باقی نہیں رہا۔ میں نے جواب دیا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمہیں نہ تو علم اصول سے واقفیت ہے۔ اور نہ ہی عربی زبان کی تم قواعد جانتے ہو۔ کیونکہ خدا تعالے نے یہاں لفظ انفسنا

کا ذکر کیا ہے۔ اور لفظ انفس جمع قلت ہے۔ جو نا علامت جمع متکلم کی طرف مضاف ہے۔ ومقابلۃ الجمع بالجمع یقتضی تقسیم الاحاد علم معانی وغیرہ کا ایک مسلمہ اصول ہے۔ مثلاً جب ہم یوں کہتے ہیں۔ رکب القوم دوابھم تو اس کے یہ معنے ہوتے ہیں۔ رکب کل واحد دابتہ اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو تمام کتب اصول میں مذکور ہے۔ اور یہاں جو جمع کا اطلاق ما فوق الواحد پر کیا گیا ہے۔ یہ بھی مسموعی امر ہے جو اہل زبان سے سنا گیا ہے جیسا کہ خدا تعالٰے نے فرمایا ہے اولئک مبرّءون مما یقولون۔ مبرؤن جمع کا صیغہ ہے۔ جس سے صرف حضرت عائشہ رضؓ اور صفوان مراد ہے۔ اور پھر فرمایا فقد صغت قلوبکما قلوب جمع قلب کی ہے۔ حال آنکہ دو آدمیوں کے صرف دو ہی دل ہوتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ منطق والے جمع کا اطلاق ما فوق الواحد پر بھی کرتے ہیں۔ لہذا یہاں ابنائنا جو جمع کا لفظ ہے اس سے مجازاً صرف حسن اور حسین اور نساء سے بھی جو جمع ہے فقط حضرت فاطمہ رضؓ مجازاً مراد ہیں۔ ہاں اگر لفظ انفسنا سے بجائے نفسی ہوتا تو البتہ اس کے لئے بظاہر کوئی نہ کوئی وجہ ہو سکتی تھی۔ نیز اگر اس آیت سے حضرت علیؓ کی خلافت ثابت ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ تمہارا خیال ہے۔ تو پھر اس سے امام حسن اور امام حسین اور حضرت فاطمہ رضؓ کی خلافت بھی ثابت ہونا چاہیئے۔ حال آنکہ اس کا کوئی قائل نہیں کیونکہ حسن اور حسین اس وقت چھوٹے بچے تھے۔ اور حضرت فاطمہ رضؓ باقی عورتوں کی طرح خلافت کا استحقاق نہیں رکھتی تھیں۔ اس پر ملا باشی خاموش ہو گیا۔ (دائرہ رسالہ دختران نبیؐ میں بھی اس مسئلہ پر لطیف بحث کر چکا ہے)

نماز میں زکوٰۃ دینے سے استحقاق خلافت

اس کے بعد ملا باشی علی اکبر نے کہا۔ کہ میرے پاس حضرت علیؓ کی خلافت پر ایک اور آیت کی دلیل بھی ہے یعنی انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون[1]۔ کیونکہ تمام ارباب تفاسیر کا اتفاق ہے۔ کہ یہ آیت

---

[1] اس آیت کے متعلق کئی جواب ہیں۔ جو منہاج السنۃ سے نہایت اختصار کے ساتھ ہم نقل کرتے ہیں۔ اول یہ کہ حضرت علیؓ کے متعلق یہ قصہ جعلی اور موضوع ہے۔ چنانچہ پہلے اور دوسرے طبقے کے مفسرین نے اس کو بیان نہیں کیا۔ دوم یہ کہ وہی ثعلبی جو اس قسم کے سینکڑوں موضوع اور (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آیندہ)

حضرت علیؓ کے حق میں اُس وقت نازل ہوئی تھی۔ جبکہ نماز کی حالت میں انہوں نے ایک سائل کو اپنی انگشتری دیدی تھی۔ اس آیت میں لفظ "انّما" حصر کے لئے ہے اور ولی بمعنی اولیٰ متکفل بالتصرف ہے۔ میں نے کہا میرے پاس اس آیت کے بہت سے جواب ہیں لیکن قبل اس کے کہ میں جوابی تقریر کروں۔ اہل مجلس میں سے ایک شیعہ نے فارسی زبان میں ملا باشی علی اکبر

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۲۷) جعلی بیان کرتا ہے۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ بقول ابن عباسؓ یہ آیت حضرت صدیق اکبر کے حق میں نازل ہوئی۔ سوم یہ کہ اس تفسیر میں عبدالملک بن ابی سلیمان سے روایت کی گئی ہے۔ کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی سے اس آیت کے متعلق پوچھا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ اس سے تمام مومنین مراد ہیں اور حضرت علی بھی مومنین میں سے ہیں۔ چہارم یہ کہ اگر رکوع کی حالت میں زکواۃ دینا موالات کے لئے شرط ہے۔ تو پھر مسلمان سوائے علی کے حسن اور حسین اور باقی بنی ہاشم سے موالات نہ رکھیں۔ کیونکہ ان میں یہ شرط نہیں پائی گئی۔ حال آنکہ یہ باطل ہے۔ پنجم یہ کہ خدا تعالےٰ انسان کے اس فعل کی تعریف کرتا ہے۔ جو اس کے نزدیک پسندیدہ ہوتا ہے خواہ وہ فعل واجب ہو۔ یا مستحب وغیرہ ہو۔ جب یہ ہے تو پھر نماز کی حالت میں صدقہ دینا۔ یا صبہ یا ہدیہ یا نکاح یا اجارہ وغیرہ کرنا بالاتفاق کسی کے نزدیک بھی نہ فرض ہے۔ اور نہ واجب اور نہ سنت اور نہ ہی مستحب ہے۔ بلکہ اکثر علماء کا یہ مذہب ہے کہ ایسا کرنا نماز کو باطل کر دیتا ہے۔ خواہ کلام کرے یا نہ کرے۔ اور اگر ایسا کرنا مستحسن فعل ہوتا تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کرتے اور صحابہ کو بھی حکم دیتے۔ کہ تم نماز میں زکواۃ دیا کرو۔ اور خود حضرت علیؓ بھی اس واقعہ کے سوا بھی ہمیشہ ایسا ہی کرتے۔ لیکن جب یہ نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ نماز میں صدقہ دینا اعمال صالح میں سے نہیں ہے۔ ششم یہ کہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ صدقہ دینا نماز میں ضروری ہے تو پھر رکوع کی تخصیص غیر ضروری ہے کیونکہ قیام اور قعود کی حالت میں زیادہ آسانی کے ساتھ دیا جا سکتا ہے۔ پھر یہ کیسے کہا گیا۔ کہ ولی وہی لوگ ہو سکتے ہیں۔ جو صرف رکوع کی حالت میں صدقہ دیتے ہیں۔

ہفتم یہ کہ یوتون الزکوۃ وھم راکعون شیعوں کے اس جعلی قصہ کے مطابق یہ چاہتا ہے کہ حضرت علیؓ نے رکوع کی حالت میں چاندی کی انگوٹھی بطور زکواۃ دی حال آنکہ حضرت علیؓ عہد نبوی میں فقیر تھے اور چاندی کے نصاب میں زکواۃ اس شخص پر واجب ہوتی ہے۔ جو سال بھر تک اس نصاب کا مالک رہا ہو۔ اور حضرت علی کی یہ حالت نہ تھی۔ اور اس کے متعلق زیادہ تفصیل منہاج السنہ میں دیکھو۔ مترجم۔

سے کہا اس شخص کے ساتھ مباحثہ نہ کرو۔ کیونکہ یہ مجسم شیطان معلوم ہوتا ہے۔ اور تم جس قدر دلائل بیان کرتے جاؤ گے ان سب کا یہ جواب دیتے چلا جائیگا۔ جس سے تمہاری قعت نہیں رہیگی۔ لہٰذا ملا باشی علی اکبر نے میری طرف دیکھا اور مسکرا کر کہا۔ کہ آپ تو ایک زبردست فاضل ہیں۔ اور تمام دلائل کا مسکت جواب دیتے جاتے ہیں۔ اور میرا مطلب صرف یہ تھا۔ کہ میں بحر العلم کے ساتھ مناظرہ کرتا جو میری ان باتوں کا کبھی جواب نہ دے سکتا میں نے کہا کہ چونکہ تم نے اس وقت یہ کہا تھا۔ کہ میرے ان دلائل کا کوئی سنی عالم جواب نہیں دے سکتا۔ لہٰذا مجھے مجبوراً تم سے معارضہ کرنا پڑا۔ ورنہ ضرورت نہ تھی۔ اس پر ملا باشی نے کہا کہ میں عجمی آدمی ہوں۔ اور مجھے عربی زبان اچھی طرح بولنی نہیں آتی اور ایسی حالت میں ممکن ہے۔ کہ میری زبان سے کوئی لفظ نکل جائے جو میرے مقصود سے بعید ہو۔ اور اس پر مجھے پشیمان ہونا پڑے ؁

نکاحِ ام کلثوم والا لاجواب سوال

اس کے بعد میں نے ملا باشی علی اکبر سے کہا۔ کہ اب میں تم سے دو سوال ایسے پوچھتا ہوں۔ جن کا جواب تمام شیعہ علماء کبھی نہیں دے سکیں گے ملا باشی علی اکبر نے کہا وہ کون سے سوال ہیں میں نے کہا کہ پہلا سوال تو یہ ہے کہ تمہارے نزدیک صحابہ کا کیا حکم ہے اس نے کہا کہ تمام صحابہ سوائے علی۔ مقداد۔ ابو ذر۔ سلیمان فارسی۔ اور عمار بن یاسر کے مرتد ہو گئے تھے۔ کیونکہ انہوں نے حضرت علیؓ کو خلیفہ نہیں بنایا۔ میں نے کہا کہ جب تمام صحابہ کافر تھے تو حضرت علیؓ نے اپنی لڑکی ام کلثوم کی شادی حضرت عمرؓ کے ساتھ کیسے کر دی تھی۔ ملا باشی علی اکبر نے جواب دیا کہ شاید حضرت عمرؓ نے زبردستی حضرت علیؓ سے ان کی لڑکی لے لی ہوگی۔ میں نے کہا کہ خدا کی قسم تم حضرت علیؓ کو بے عزت بنا کر ان کی سخت ہتک کر رہے ہو۔ اور تم ان کے متعلق ایک ایسی ذلت کا اعتقاد رکھتے ہو۔ جس کو حضرت علیؓ تو کجا ایک ادنیٰ غیرت مند عرب بھی کبھی گوارا نہیں کر سکتا۔ پھر جائے کہ بنی ہاشم جو تمام عرب کے سردار تھے وہ اس بیعزتی اور بے غیرتی کو قبول کر لیتے۔ پھر حضرت علیؓ جو شیر خدا ہوں۔ اور ذوالفقار قاتل کفار ان کے ہاتھ میں ہو۔ وہ ذلیل ترین عربوں سے بھی گر جائیں کہ حضرت فاروقؓ ان کی لڑکی کو زبردستی لے جائیں اور وہ دیکھتے رہ جائیں۔

(اس مقام پر اس امر کا بیان کر دینا ضروری ہے۔ کہ موجودہ شیعہ حضرات اس شادی کے متعلق طرح طرح کی تاویلوں سے کام لیکر اس واقعہ کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن تمام قدما اس کو تسلیم کرتے چلے آتے ہیں۔ کہ حضرت عمر رضؓ کے ساتھ ام کلثوم بنت علی رضؓ کی شادی ہوئی تھی چنانچہ اسی بنا پر ملا باشی علی اکبر جو شیعہ علماء کا صدر تھا۔ اس واقعہ سے انکار تو نہ کر سکا۔ اور اس میں زبردستی کی تاویل کی غور کا مقام ہے۔ کہ اگر یہ تاریخی واقعہ غلط ہوتا تو اس وقت سنکڑوں سے زائد شیعہ علماء موجود تھے۔ جن کی پشت پر ان کی امداد کے لئے نادرشاہ کی قہار فوجی طاقت بھی موجود تھی۔ پھر ان میں سے کوئی ایک بھی نہ بولا۔ کہ یہ واقعہ غلط ہے۔ اور حضرت عمر رضؓ کے ساتھ یہ شادی نہیں ہوئی۔ جب یہ ہے۔ تو پھر اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ سنکڑوں سے زائد شیعہ مجتہدوں نے اس واقعہ کو اسی طرح صحیح تسلیم کر لیا جیسا کہ ان سے پہلے لاکھوں شیعہ علماء اس کو تسلیم کرتے چلے آئے تھے۔ اس لئے موجودہ شیعہ کا انکار جہالت اور مکابرۂ محض ہے۔ اس موضوع پر ملاحظہ ہو دائرۃ الاصلاح لاہور کا رسالہ قرآن المبین۔ مترجم)

اس کے بعد ملا باشی جیسا کہ غرق ہونے والا آدمی ہاتھ پاؤں مارتا ہوا کسی چیز کا سہارا ڈھونڈھتا ہے۔ جب یہ سمجھا کہ زبردستی والا اعتقاد تو اور اپنی اس تباہی کا موجب بنا جس سے حضرت علی رضؓ کو بےعزت تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ تو وہ دیوانہ وار کہنے لگا۔ کہ شائد وہ عورت جس کی شادی حضرت علی رضؓ کے ساتھ ہوئی تھی۔ وہ حقیقت میں ام کلثوم بنت علی رضؓ نہ ہو۔ بلکہ کوئی بھوتنی اور جنی عورت ہو جس نے ام کلثوم بنت علی رضؓ کی شکل اختیار کر لی ہو۔ میں نے جواب دیا کہ تمہاری یہ تاویل پہلی تاویل سے بھی زیادہ بری اور بناہ کن ہے۔ کیونکہ اگر اس تاویل کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر شریعت کے تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ اور اس ایک شرعی (بلکہ غیر شرعی امر میں۔ بھی یہی تاویل چل سکے گی) مثلاً کوئی شخص اپنی عورت کے پاس جائے تو ہو سکتا ہے کہ وہ عورت یہ کہدے کہ تو جن ہے۔ جو میرے خاوند کی شکل بن کر آیا ہے۔ میرے پاس سے چلا جا۔ پھر اگر وہ شخص دو عادل گواہ پیش کرے کہ میں وہی تیرا خاوند ہوں۔ تو پھر بھی یہی احتمال ہوگا۔ کہ وہ دونوں عادل گواہ جن ہوں جنہوں نے انسانی شکل اختیار کر لی ہے۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ ایک انسان کسی کو قتل کر کے یہ کہدے میں نے اس کو نہیں مارا۔ بلکہ میری شکل کسی جن نے اختیار کر لی ہوگی۔ اور اس نے یہ قتل کیا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق جس کی بابت تمہارا خیال ہے۔ کہ تم

اس کے مذہب پر ہو۔ اور تمہارے جو عقائد ہیں وہ اس کے عقائد تھے۔ وہ حقیقت میں کوئی جن ہو جس نے امام جعفر صادق کی شکل اختیار کر لی ہو۔ اور تم کو عقائد سکھانے آگیا ہو (پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس شخص نے حضرت علی رضؓ کو قتل کیا ہے) وہ کوئی جن ہو جس نے ابن ملجم کی شکل اختیار کر لی ہو۔ اور اس طرح کربلا کے معرکہ میں ابن زیاد اور شمر وغیرہ کی شکلیں جنات نے اختیار کر کے امام حسینؑ کو شہید کر دیا ہو۔ اور تمہارا وہ امام جو سر من رائے علاقہ شام کی غار میں جا کر چھپ گیا ہے۔ وہ حقیقت میں کوئی جن ہو۔ جس نے امام منتظر کی شکل اختیار کر لی ہو۔ کیا سچ کہا ہے۔

ان الروافض قوم لا خلاق لهم من اجهل الناس فی علم واکذبه

اس پر ملا باشی علی اکبر خاموش ہو گیا ؂

اصحاب ثلاثہ رضؓ کے عہد کے جائز جہاد

اس کے بعد میں نے ملا باشی سے کہا۔ کہ دوسرا سوال تم سے یہ کیا جاتا ہے۔ کہ بتاؤ تم شیعوں کے نزدیک ظالم خلیفہ کے افعال کا کیا حکم ہے۔ کیا وہ شرعاً درست اور نافذ ہو سکتے ہیں؟۔ ملا باشی نے کہا کہ ہرگز نہیں یعنی ہمارے نزدیک جائر اور ظالم خلیفہ کے افعال شرعاً درست نہیں ہو سکتے۔ میں نے کہا۔ کہ میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کہ بتاؤ محمد بن حنیفیہ بن علی کی ماں کس قبیلے میں سے تھی۔ اس نے کہا کہ بنی حنیفیہ میں سے۔ میں نے پوچھا کہ بتاؤ بنی حنفیہ کس کے عہد میں اسیر جنگ ہو کر آئے تھے۔ ملا باشی نے جواب دیا۔ کہ میں نہیں جانتا۔ ملا باشی نے یہ جھوٹ بولا کیونکہ وہ جانتا تھا۔ لیکن اس وقت شیعہ علماء میں سے ایک شخص نے کہا۔ کہ بنی حنفیہ کو صدیق اکبر کی فوج نے اسیر کیا تھا۔ میں نے کہا کہ حضرت علی رضؓ سے یہ کیسے توقع ہو سکتی ہے کہ وہ ایک ایسے ظالم خلیفہ کی اسیر کردہ لونڈی کو جس کا جہاد تمہارے نزدیک شرعاً درست نہیں اپنے تصرف میں کر کے اس سے اولاد پیدا کرے (کیونکہ نکاح تو ثابت نہیں) والاختیاط فی الفروج امر مقرر۔ ملا باشی نے جواب دیا کہ شائد محمد بن حنیفیہ کی ماں کو اس کے والیوں نے حضرت علی رضؓ کو شادی کر کے دے دیا ہو۔ میں نے کہا کہ اس کا ثبوت پیش کرو۔ اس پر ملا باشی علی اکبر خاموش ہو گیا۔ والحمد للہ علی ذلک (یہی اعتراض شہر بانو بنت کسریٰ کے

متعلق ہو سکتا ہے۔ جو کہ فاروقی عہد میں اسیر ہو کر آئی۔ اور حضرت فاروق رض نے امام حسینؓ کو یہ شہزادی عطا کر دی تھی۔ اگر یہ واقعہ درست ہے تو پھر یا تو شیعہ لوگ حضرت فاروق کو ظالم کہنا چھوڑ دیں۔ یا یہ ماننا پڑے گا کہ امام حسین ..... کرتے رہے۔ اور وہ تمام سید جو اس لونڈی سے پیدا ہوئے وہ .. ہیں۔ کیونکہ جب حضرت فاروق کا جہاد ان کے نزدیک شرعاً درست نہیں ہے۔ تو پھر یہ لونڈی لونڈی نہیں ہے۔ اور ایسی عورت سے اولاد پیدا کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مشرکہ ہے۔ مترجم)

تقیہ میں اصل مذہب معلوم نہیں ہو سکتا

اس کے بعد میں نے ملا باشی علی اکبر سے یہ سوال کیا کہ تم امام جعفر صادق کے مذہب کی تعیین کرو کہ حقیقی طور پر انکا اصلی مذہب کیا تھا۔ کیونکہ یہ مذہب جو تم لوگوں نے اختیار کیا ہوا ہے۔ یہ ایک باطل مذہب ہے۔ جو کسی مجتہد کے اجتہاد سے نہیں ملتا۔ ملا باشی نے جواب دیا کہ مذہب امام جعفر صادق کا اپنا اجتہاد تھا۔ میں نے کہا کہ یہ غلط ہے اس میں امام جعفر صادق کے مذہب کی کوئی بات نظر نہیں آتی۔ کیونکہ تم ہرگز امام مذکور کے مذہب کو معین نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اگر امام موصوف کے مذہب میں تقیہ ہے۔ تو پھر شیعوں میں سے کوئی بھی اس کے مذہب کو پہچان نہیں سکتا۔ کیونکہ اس صورت میں اس مذہب کے ہر ایک مسئلہ میں یہی احتمال ہوگا۔ کہ وہ تقیہ پر مبنی ہے۔ مثلاً تمہاری کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ کنواں جب پلید ہو جائے۔ تو اس کے متعلق امام مذکور سے تین قول ہیں اول یہ کہ کنواں ایک سمندر کی طرح ہے۔ جو کبھی پلید نہیں ہو سکتا۔ اور دوم یہ کہ اس کا تمام پانی نکالا جائے اور سوم یہ کہ اس میں سے صرف سات یا چھ ڈول نکالے جائیں۔ اور میں نے ایک دفعہ تمہارے ایک عالم سے دریافت کیا کہ تم ان متضاد اقوال میں کس طرح تطبیق دیتے ہو۔ اس نے کہا کہ ہمارا یہ مذہب ہے۔ کہ جب کسی شیعہ عالم میں اجتہاد کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ تو وہ امام مذکور کے اقوال میں اجتہاد کر کے ایک قول کو صحیح کر لیتا ہے اور پھر اس صحیح کردہ قول پر عمل کرتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ باقی دو اقوال وہ کیا کرتا ہے۔ اس نے کہا۔ کہ باقی کی نسبت وہ یہ کہتا ہے۔ کہ سب تقیہ پر مبنی ہیں۔ میں نے سوال کیا۔ کہ بہت اچھا پھر جب ایک شیعہ مجتہد امام مذکور کے تین متضاد اقوال میں سے ایک کو صحیح کر دے

گا۔ اور اس پر عمل کرتا رہے گا۔ اور جب اس کے بعد دوسرا مجتہد آ گیا۔ اور اس نے دوسرے قول کو جو اس صحیح شدہ قول کے علاوہ ہے۔ جس کو پہلے مجتہد نے صحیح کیا تھا۔ صحیح کرے تو وہ اس قول کی نسبت کیا کہے گا۔ جس کو پہلے مجتہد نے صحیح کیا تھا۔ اس نے جواب دیا۔ کہ وہ اس صحیح کردہ قول کی نسبت یہ کہے گا کہ وہ قول یا وہ تصحیح تقیہ پر مبنی تھی۔ میں نے کہا کہ اب بات بالکل صاف ہونے کو ہے۔ بتاؤ جب تیسرا مجتہد آ جائے اور وہ اس قول کی تصحیح کرے۔ جس کو پہلے دو مجتہدوں نے صحیح نہیں کیا تو پھر وہ باقی دو اقوال کے متعلق کیا فیصلہ کرے گا جن کو پہلے دو مجتہدوں نے صحیح قرار دیا تھا۔ اور جن میں سے ہر ایک مجتہد نے باقی دو قولوں کو تقیہ پر مبنی ٹھہرایا تھا۔ کیا وہ بھی یہی کہے گا۔ کہ پہلے دو قول جن کی دو مجتہدوں نے تصحیح کی تھی۔ وہ تقیہ پر مبنی تھے۔ اس نے کہا کہ ہاں وہ یہی کہے گا۔ میں نے کہا کہ اس تیسرے مجتہد کے صحیح کردہ قول کو بھی تو پہلے مجتہد نے یا دوسرے نے تقیہ پر مبنی ٹھہرایا تھا اس نے کہا ہاں میں نے کہا کیا اب تینوں اقوال کا بیڑہ تباہ نہیں ہو گیا؟ اس وقت وہ شیعہ عالم میرے سوال کا تو کچھ جواب نہ دے سکا۔ میں نے کہا تمہارے پاس اس کا کوئی جواب ہے۔ لیکن ملا باشی پھر خاموش رہا۔ پھر میں نے کہا کہ اور اگر امام موصوف کے مذہب میں تقیہ نہیں ہے۔ تو پھر جو مذہب اس وقت تمہارے پاس ہے۔ وہ امام جعفر صادق کا مذہب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تم سب تقیہ اصول دین میں سے شمار کرتے ہو۔ فبهت الذی کفر واللّٰہ لا یھدی القوم الظلمین

شیعوں کی شکست نادر کا حکم

اس کے بعد نادر شاہ کو اس کے جاسوسوں نے اس مباحثے کی صحیح کیفیت پہنچائی اور جب اس کو یقین ہو گیا۔ کہ شیعہ علماء مباحثے میں شکست کھا گئے ہیں۔ تو اس نے حکم دیا۔ کہ ایران۔ افغانستان۔ ترکستان وغیرہ کے سب علماء اکٹھے ہو کر تمام مکفرات کو دور کر دیں۔ اور مجھے حکم دیا گیا۔ کہ میں نادر شاہ کی طرف سے ناظر اور وکیل بنوں۔ اور تمام کارروائی میری نگرانی میں ہو۔ اور سب کے اتفاق سے جو فیصلہ ہو۔ میں اس پر اپنی مہر تصدیق ثبت کر کے نادر شاہ تک پہنچا دوں۔ لہذا ہم سب مناظرہ گاہ سے اٹھے۔ اور تمام ایرانی اور افغان اور ازبک اپنی انگلیوں سے میری طرف اشارہ کر کے کہتے تھے۔

کہ یہ وہ شخص ہے جس نے تمام شیعوں کا ناطقہ بند کر دیا ہے۔ اور یہ ایک ایسا یوم مشہور تھا جس میں خدا تعالیٰ نے اہل سنت والجماعت کو فتح عظیم عنایت فرمائی۔ بہر حال روضۂ علی رض کے پیچھے ایک میدان میں ستر سے زائد ایرانی علماء جمع ہوئے جو سوائے مفتی اردلان کے سب کے سب شیعہ تھے۔ پھر میں نے کاغذ قلم دوات منگوا کر شیعہ علماء میں سے جو مشہور تھے۔ ان کے نام نوٹ کر لیئے جو حسب ذیل ہیں :-

ملا باشی[۱] علی اکبر مفتی رکاب[۲] آقا حسین۔ ملا محمد[۳] امام لاہیجان۔ آقا شریف مفتی مشہد[۴] الرضا۔ میرزا برہان[۵] قاضی شروان۔ شیخ حسین[۶] مفتی باردمیہ۔ میرزا[۷] ابو الفضل مفتی بقم۔ الحاج[۸] صادق مفتی بجام۔ سید[۹] محمد مہدی امام اصفہان۔ الحاج[۱۰] مفتی محمد زکی مفتی کرمان شاہ۔ الحاج[۱۱] محمد التہامی مفتی شیراز۔ میرزا[۱۲] اسد اللہ مفتی تبریز۔ ملا طالب[۱۳] مفتی مازندران۔ ملا محمد مہدی نائب[۱۴] الصدر در مشہد الرضا۔ ملا محمد صادق[۱۵] مفتی خلخال۔ محمد مومن[۱۶] مفتی استراباد۔ سید[۱۷] محمد تقی مفتی قزوین۔ ملا محمد حسین[۱۸] مفتی سبزوار۔ سید بہا[۱۹] والدین مفتی کرمان۔ سید[۲۰] احمد مفتی اردلان شافعی سنی۔

اس کے بعد افغانستان کے علماء آئے۔ اور میں نے نام بھی نوٹ کر لیئے جو حسب ذیل ہیں۔

شیخ[۱] فاضل ملا حمزہ قلنجانی حنفی مفتی افغان۔ ملا امین[۲] افغانی قلنجانی حنفی ابن ملا سلیمان قاضی افغان۔ ملا دینا[۳] خلفی حنفی۔ ملا طٰہٰ[۴] افغانی مدرس نادر آباد حنفی۔ ملا نور[۵] محمد افغانی قلنجانی حنفی۔ ملا عبد[۶] الرزاق افغانی قلنجانی حنفی۔ ملا[۷] ادریس افغانی ابدالی حنفی۔ پھر اس کے ترکستان کے علماء آئے۔ اور جن آگے ایک جلیل القدر شیخ تھا۔ جس کے چہرے سے ہیبت اور وقار ٹپکتا تھا۔ اور اس کے سر پر ایک بڑا گول عمامہ تھا۔ جیسے دیکھ کر یہ معلوم ہوتا تھا۔ یہ شخص امام الہمام امام ابو حنیفہ رح کے مشہور شاگرد امام ابو یوسف ہیں۔ یہ شخص علامہ ہادی خواجہ بحر العلم تھا۔ سلام مسنون ادا کرنے کے بعد ترکستان کے علماء کو میرے دہنے طرف بیٹھنے کے لئے جگہ دی گئی۔ اور میری بائیں طرف افغانی علماء کو بیٹھایا گیا تھا۔ لیکن دونوں طرف میرے اور ان افغانی اور ترکستانی علماء کے درمیان میں تقریباً پندرہ پندرہ اور آدمی بیٹھائے گئے تھے۔ اور شیعہ لوگوں نے یہ فعل اس لئے کیا تھا۔ تاکہ میں ان علماء کو کوئی بات نہ سکھا دوں۔ پھر میں نے ترکستانی علماء کے نام نوٹ کر لیئے جو حسب ذیل تھے۔

علامہ[۱] ہادی خواجہ ملقب بحر العلم بن علاء الدین البخاری قاضی بخاری حنفی۔ میر عبید[۲] اللہ صدر وہم بخاری حنفی۔ قلندر[۳] خواجہ بخاری حنفی۔ ملا امید[۴] صدر و بخاری حنفی۔ پادشاہ[۵] میر خواجہ

بخاری حنفی - میرزا خواجہ بخاری حنفی - ملا ابراہیم بخاری حنفی -

کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

جب مجلس جم گئی تو اس کے بعد ملا باشی علی اکبر نے بحر العلم سے میری بابت پوچھا کہ کیا آپ ان کو جانتے ہیں - اس نے کہا نہیں ملا باشی نے کہا کہ یہ علامہ شیخ عبداللہ آفندی ہیں - جو اعراق کے اکابر علماء اہل سنت میں سے ہیں - اور ان کو نادر شاہ نے احمد پاشا گورنر بغداد کے پاس سے منگوایا ہے - تاکہ یہ مجلس مناظرہ میں حاضر ہو کر بطور حکم فیصلہ کریں - یہ نادر شاہ کی طرف سے وکیل ہیں - اور ان کا کام یہ ہے - کہ جب ہم دونوں فریق آپس میں متفق ہو جائیں - تو یہ ہمارے اتفاق پر مہر تصدیق ثبت کر دیں - لہذا آپ وہ امور بیان کر دیں - جن کے سبب آپ ہم کو کافر کہتے ہیں - تاکہ ہم ان امور کو ان کے روبرو ترک کر دیں - اگرچہ ہم حقیقت میں کافر نہیں ہیں - جیسا کہ صاحب جامع الاصول اور صاحب مواقف نے ہم کو اسلامی فرقوں میں شمار کیا ہے اور امام ابو حنیفہ رح نے فقہ اکبر میں فرمایا لانکفر احداً من اهل القبلة اور اسی طرح صاحب شرح ہدایۃ الفقہ نے بھی امامیہ کو اسلامی فرقوں میں سے شمار کیا ہے - لیکن چونکہ مناظرین شیعہ اور اہل سنت ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں حالانکہ نہ تو آپ کافر ہیں اور نہ ہی ہم - لہذا آپ وہ امور بیان کر دیں - جن کے سبب آپ ہم کو کافر کہتے ہیں :

عقاید کفریہ سے شیعوں کی توبہ

اس پر بحر العلم نے کہا کہ وہ امور جن کے سبب ہم تم کو کافر کہتے ہیں - وہ یہ ہیں سب الشیخین - تمام صحابہ کو گمراہ اور کافر کہنا - متعہ کو حلال سمجھنا - حضرت علی رض کو باقی خلفا پر فضیلت دینا - اور آنحضرت کے بعد خلافت کا حق حضرت علی رض کیلئے ثابت کرنا - ملا باشی نے کہا کہ ان چاروں باتوں کو ہم ترک کرتے ہیں شیخین کو گالی نہیں دیں گے - متعہ کو وہی شیعہ حلال سمجھتا ہے - جو بے وقوف ہے - تمام صحابہ مومن اور مسلمان ہیں - اور تمام صحابہ سے افضل ابو بکر صدیق اور ان کے بعد حضرت عمر رض اور ان کے بعد حضرت عثمان رض اور ان کے بعد حضرت علی رض ہیں اور خلافت کی ترتیب بھی یہی ہے

پھر بحرالعلم نے پوچھا کہ تمہارے عقائید کیا ہیں۔ ملا باشی نے کہا۔ کہ ہمارے عقائید امام ابوالحسن اشعری کے عقائید ہیں۔ جو اہل سنت کا امام ہے۔ پھر بحرالعلم نے ایک اور شرط عائد کی اور ملا باشی سے کہا واشترط علیکم ان لا تحلوا حراماً معلوماً من الدین بالضرورۃ وحرمتہ مجمع علیھا ولا تحرموا حلالاً مجمعاً علیہ معلوم حلہ بالضرورۃ ۔ ملا باشی نے کہا کہ ہمیں یہ شرط بھی منظور ہے۔ اس کے بعد بحرالعلم نے کچھ اور شرائط پیش کیئے جو موجب کفر نہیں تھے۔ اور شیعہ علماء نے ان کو منظور کر لیا۔ اس کے ملا باشی نے بحرالعلم سے کہا کہ جب ہم نے ان تمام شرائط کو منظور کر لیا ہے۔ تو کیا اس کے بعد آپ ہم کو اسلامی فرقوں میں شمار کریں گے۔ بحرالعلم نے کس قدر سکوت کے بعد فرمایا کہ شیخین کو گالی دینا کفر ہے۔ جس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ رافضی لوگ اگرچہ اب سب الشیخین سے توبہ کرتے ہیں۔ لیکن سابقہ زمانے میں جو گالیاں ان سے سرزد ہوئی ہیں حنفی مذہب میں ان کے متعلق ان کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔ اس پر ملا حمزہ مفتی افغان نے بحرالعلم سے کہا۔ کہ کیا آپ کے پاس اس کی شہادت موجود ہے۔ کہ اس واقعہ سے پہلے ان سے سب الشیخین سرزد ہوئی ہے۔ بحرالعلم نے کہا نہیں اس پر ملا حمزہ مفتی افغان نے فرمایا۔ تو پھر جب وہ آئیدہ کے لئے اقرار کرتے ہیں۔ کہ وہ ایسا نہیں کرینگے۔ تو آپ ان کو کیوں نہیں اسلامی فرقوں میں شمار کرتے اس پر بحرالعلم نے کہا۔ کہ بیشک یہ ٹھیک ہے۔ اور میں ان کو اسلامی فرقوں میں شمار کرتا ہوں۔ اور یہ لوگ مسلمان ہیں۔ اور ہمارے اور ان کے حقوق ایک ہیں ؀

عہد نامہ کی تیاری اور اس کی توثیق

جب بحرالعلم نے یہ فیصلہ کر دیا تو تمام شیعہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور سنیوں سے انہوں نے مصافحہ کیا۔ اور ایک دوسرے کو بھائی بھائی کہہ کر پکارنے لگے۔ اور علمائے ان تینوں فرقوں کے اتفاق پر مجھے گواہ بنایا گیا۔ اور پھر ماہ شوال کی چوبیسویں تاریخ کو چہار شنبہ کے دن مغرب سے پہلے جب یہ جلسہ برخاست ہونے لگا۔ تو میں نے دیکھا کہ ہمارے ارد گرد تقریباً دس ہزار سے زاید ایرانی کھڑے تھے (جو سب شیعہ مذہب رکھتے) اور پھر اس کے بعد عشاء کی نماز کے بعد نادر شاہ کا ایک خاص معتمد علیہ آدمی میرے پاس یہ پیغام لے کر آیا۔ کہ پادشاہ سلامت آپ کی اس کارروائی کے نہایت مشکور رہیں اور آپ کو دعائے خیر

دیتے ہیں۔ اور سلام مسنون کے بعد انہوں نے یہ حکم دیا ہے۔ کہ کل آپ تمام علماء کو ہمراہ
لے کر اس پہلی جگہ پر حاضر ہو جائیں۔ کیونکہ میں نے حکم دیا ہے۔ کہ اس فیصلہ کو قلمبند کر
دیا جائے۔ اور اس کے نیچے ہر ایک عالم اپنا نام لکھ کر اس کے نیچے اپنی مہر لگائے۔ اور
آپ اس کے آخر میں اس تمام کاروائی کے درست ہونے کی توثیق ثبت کر دیں کہ یہ تمام
فیصلہ میرے روبرو ہوا ہے۔ اور ایرانی افغانی۔ ترکستانی علماء کے تینوں گروہ کا اس پر اتفاق
ہو گیا ہے۔ میں نے کہا کہ میں بخوشی ایسا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ پھر ماہ شوال کی پچیسویں
کو جمعرات کے دن ظہر سے پہلے ہم کو حکم پہنچا۔ کہ ہم سب حضرت علی کی قبر کے پیچھے
اکٹھے ہو جائیں۔ پس جب ہم سب وہاں جمع ہو گئے۔ تو میں نے دیکھا کہ ایرانی روضۂ علیؓ
کے ارد گرد تقریباً ساٹھ ہزار کی تعداد میں کھڑے ہیں۔ اور لوگوں کا سخت ہجوم ہے پس
جب ہم بیٹھ گئے۔ تو ایک لمبا سا کاغذ لایا گیا۔ جو سات بالشت سے زیادہ لمبا تھا جس
کی دو تہائی حصے پر تو لمبی لمبی سطریں لکھی ہوئی تھیں۔ اور تیسری تہائی چار قسموں
پر منقسم تھی۔ ہر ایک قسم کے خاتمہ کے بعد بقدر چار انگشت کے یا اس سے زائد بیاض
چھوڑ گیا تھا۔ لیکن پہلی سطروں کی نسبت یہ سطریں بہت چھوٹی تھیں۔ پھر ملا باشی علی اکبر
نے آقا حسین کو جو علاقہ رکاب کا مفتی تھا۔ حکم دیا کہ وہ اس کاغذ کو کھڑے ہو کر تمام علماء
کے سامنے پڑھیں آقا حسین ایک طویل اقامت شخص تھا جس نے وہ کاغذ پڑھنے کے
لئے اٹھایا۔ یہ کاغذ فارسی زبان میں لکھا ہوا تھا۔ جس کا عربی ترجمہ یہ ہے۔

ان اللہ اقتضت حکمتہ ارسال الرسل فلم یزل یرسل رسولاً بعد رسول حتی جاء
محمد صلی اللہ علیہ وسلم و لما توفی او کان خاتم الانبیاء والمرسلین اتفق الاصحاب
علی افضلہم و اخیرہم و اعلمہم ابی بکر الصدیق بن ابی قحافۃ فاجمعوا واتفقوا
علی بیعتہ فبایعوہ کلہم حتی الامام علی ابن ابی طالب بطوعہ واختیارہ من غیر
جبر ولا اکراہ فتمت لہ البیعۃ والخلافۃ ثم عہد ابو بکر الصدیق الخلافۃ لعمر
ابن الخطاب فبایعہ الصحابۃ کلہم حتی الامام علی بن ابی طالب فکانت بیعتہ
بالنص والاجماع ثم ان عمر جعل الخلافۃ شوریٰ بین ستۃ احدہم علی بن ابی
طالب فاتفق رایہم علی عثمان بن عفان ثم استشہد فی الدار ولم یعہد فبقیت
الخلافۃ شاغرۃ فاجتمع الصحابۃ فی ذالک العصر علی بن ابی طالبؓ وکان ہولاء الائمۃ

اور پھر اس کاغذ کے اس حصہ پر غیر ضروری باتیں بھی تھیں۔ جن کی یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ بہر حال لمبی سطریں جو نادر شاہ کا کلام تھا۔ یہاں پورا ہو گیا۔ اور اس کے بعد میں نے اس کاغذ کی عبارت کے بعض لفظوں پر اعتراض کیا۔ کہ مثلاً حضرت عمرؓ کی خلافت کے متعلق لفظ نصب جو استعمال کیا گیا ہے۔ اس کے بجائے لفظ عہد چاہئے کیونکہ اس سے یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ صحابہؓ ناصبہ تھے۔ اور شیعوں کے نزدیک ناصبہ وہ شخص ہے۔ جو حضرت علی کی عداوت کے لئے کمر بستہ ہو۔ اس پر بعض حاضرین نے مجھ سے کہا کہ لفظ نصب کا جو مطلب آپ نے لیا ہے۔ وہ تو کسی کے خیال میں بھی نہیں آیا۔ اور اس لفظ کے ظاہری معنی ہرگز یہ نہیں۔ لہذا اس لفظی نزاع کو آپ چھوڑ دیں۔ کیونکہ اس سے فتنہ برپا ہو جائے گا۔ ملا باشی علی اکبر نے بھی زور دیا۔ چونکہ بات معمولی تھی۔ اس لئے میں خاموش ہو گیا۔ دوسرا اعتراض میں نے اس پر یہ کیا شیخین کے حق میں حضرت علی کا یہ مقولہ۔ اماماں عادلان قاسطان کانا علی الحق۔ شیعہ لوگ اس عبارت کا الٹا مطلب بیان کرتے ہیں۔ جو شیخین کے اوصاف کے برخلاف ہے اس پر بھی انہوں نے شور مچایا کہ ہم ہرگز ایسا نہیں کرتے۔ بلکہ عبارت کا جو لغوی اور ظاہری مفہوم ہے وہی مراد ہے۔ تیسرا اعتراض میں نے یہ کیا حضرت صدیقؓ بوقت بیعت حضرت علیؓ کے حق میں یہ کہنا اتبایعونی وفیکم علی ابن ابی طالب اہل سنت کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک موضوع اور من گھڑت بات ہے۔ اور میرے پاس حضرت علی کے اس کے علاوہ اقوال ہیں۔ جن میں شیخین کی تعظیم و تکریم

فی عصر واحد ولم یقع بینهم تخاصم ولا نزاع بل کان کل منهم یحب الاخر ویمدحه ویثنی علیه حتی ان علیاً سئل عن الشیخین فقال هما امامان عادلان قاسطان کانا علی الحق وماتا علیه وان ابابکر لما ولی الخلافة قال اتبایعونی وفیکم علی بن ابی طالب فاعلموا ایها الایرانیون ان فضلهم وخلافتهم علی هذا الترتیب فمن سبهم او انتقصهم فماله وعیاله ودمه حلال للشاة وعلیه لعنة الله والملئکة والناس اجمعین

بیان کی گئی ہے۔ اور اس طرح کے اقوال حضرت علی کی مدح میں بھی موجود جو مذکورہ
بالا تمہارے پیش کردہ قول سے زیادہ صحیح ہیں۔ لیکن اس پر بھی ملا باشی وغیرہ نے
یہی کہا۔ یہ جزوی امور ہیں جن پر بحث کرنا فضول ہے۔ ان لمبی سطروں کے بعد جو
جو نادرشاہ کے کلام پر مشتمل تھیں۔ فارسی زبان میں شیعہ علماء کا اقرار نامہ درج تھا۔
جس کا عربی ترجمہ یہ ہے انا قد التزمنا الخ اور اس عبارت کے بعد جو بیاض تھا۔ اس
پر ایرانی علمائے اپنے دستخط کر کے ان کے نیچے اپنے مواہیر ثبت کئے۔ اور اس کے بعد
علماء نجف اور کربلا اور حلہ اور خوارزم کے شیعہ علماء کا اقرار نامہ جس کا مضمون بقیہ وہی
تھا۔ جو ایرانی علماء شیعہ کے اقرار نامہ کا تھا۔ اور اس کے بعد اس کاغذ پر جو بیاض یعنی
خالی جگہ چھوڑی ہوئی تھی۔ اس پر کربلا اور نجف وغیرہ کے علماء نے جن میں سے سید
نصر اللہ المعروف ابن قطرا اور شیخ جواد نجفی کوفی وغیرہ بھی ہیں۔ اپنے دستخط کر کے مہریں
لگائیں۔ اور اس کے بعد افغانی زبان میں افغان علماء نے اپنے اپنے ناموں کے نیچے
اپنے مواہیر ثبت کئے اس کے بعد اس کاغذ پر علماء ترکستان کا اقرار نامہ درج تھا
جس کا مضمون بعینہٖ وہی تھا۔ جو افغان علماء کے اقرار نامہ کا تھا۔ اور علمائے ترکستان
نے بھی اپنے اپنے مواہیر اس پر لگائے۔ اس کے بعد میں نے اس کی تصدیق پر اپنی
مہر ثبت کی۔ اور یہ لکھا کہ تمام فیصلہ میری نگرانی میں میرے روبرو ہوا ہے وکان ذالک
الوقت وقتاً مشہوداً من عجائب الدنیا وصار لاہل السنۃ فرح وسرور لم یقع مثلہ فی
العصور وانتشہ الاعراس والاعیاد والحمد للہ علیٰ ذالک جب یہ فیصلہ ہو چکا تو نادرشاہ نے چاندی کے
برتنوں میں جن پر سونے کا ملمع تھا۔ اور جو ہر قسم کے بیش قیمت اور نفیس جواہر
سے مرصع تھے مٹھائیاں بھیجیں جن میں کثرت سے عنبر ڈالا گیا تھا۔ بہت سا
دھونی دینے کے لئے عنبر بھی تھا۔ چنانچہ حضرت علی کی قبر کے پاس عنبر کی دھونی
دینے کے بعد ہم نے ان مٹھائیوں کو کھایا۔ اور اس کے بعد نادرشاہ تو اسی مقام
پر ٹھہر گیا۔ جہاں دھونی دی گئی تھی۔ جس کو تنجرہ کہتے ہیں۔ اور جب ہم سب باہر
نکلے۔ تو ترکوں عربوں اور ایرانیوں اور افغانوں کی اس قدر کثرت تھی۔ جن کی تعداد
سوائے خدا کسی کو معلوم نہیں ہو سکی اور یہ وقت جمعرات کے دن ظہر کے بعد
کا وقت تھا۔ اور اس کے بعد نادرشاہ نے مجھے پھر اپنے پاس بلایا۔ اور حسب دستور

صص کا اقرار نامہ تھا جس کا عربی ترجمہ یہ ہے ان الایرانیین الخ اور اس کے بعد کاغذ کی خالی جگہ پر افغان علماء

میں اس کے نزدیک پہنچا۔ لیکن اس دفعہ میں بہ نسبت پہلے کے اب زیادہ نزدیک ہو گیا تھا۔ مجھ سے نادر شاہ نے کہا۔ کہ خدا تعالے آپ کو اور احمد خان یعنی احمد پاشا کو جزائے خیر دے۔ آپ دونوں کی کوشش سے شیعہ اور سنی کا فتنہ فرو ہو گیا اور مسلمان خونریزی سے محفوظ ہو گئے۔ اور پھر نادر شاہ نے خلیفۃ المسلمین کے حق میں یہ دعا کی۔ اید اللہ سلطان آل عثمان وجعل اللہ عزہ ورفعتہ اکثر من ذالک۔

نادر شاہ کا بجا فخر

پھر نادر شاہ نے مجھ سے کہا کہ اے عبد اللہ آفندی تم یہ خیال مت کرو کہ شہنشاہ اس بات پر فخر کرتا ہے۔ کہ اس کے ذریعہ سے سنی اور شیعہ کا اتفاق ہو گیا۔ بلکہ یہ تو امر محض خدا تعالے کی تائید سے میرے ہاتھ پر ظاہر ہوا ہے۔ کہ صحابہ کو گالیاں نکالنا میرے ذریعے سے موقوف ہو گیا۔ جب کہ سلاطین آل عثمان سلطان سلیم کے زمانہ سے لے کر آج تک اس بدعت کو دور کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ اور انہوں نے بارہا اس کے لئے فوج کشی کی۔ اور جان و مال کا اتلاف کیا۔ لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے اور میں نے بغیر کسی خونریزی کے آسانی سے یہ بدعت روک دی۔ اور یہ برے بدعات شیعوں میں شاہ اسماعیل جیٹ کے زمانہ سے رائج ہو گئے تھے۔ جبکہ شاہ مذکور کو شیعہ ملاؤں نے گمراہ کر دیا تھا۔ میں نے نادر شاہ سے کہا کہ انشاء اللہ تمام ایرانی آخر کار جیسا کہ پہلے وہ اہل سنت والجماعت تھے اہل سنت ہو جائینگے اس نے کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ لیکن یہ بات آہستہ آہستہ ہو گی۔ اس کے بعد نادر شاہ نے کہا کہ اے عبد اللہ آفندی میں اس وقت جتنا فخر کروں بجا ہے۔ کیونکہ اسوقت چار سلاطین کا ملک میری تصرف میں ہے۔ اور میں گویا سلاطین اربعہ کا مجموعہ ہوں۔ یعنی سلطان ہندوستان سلطان افغانستان اور سلطان ترکستان اور سلطان ایران ہوں۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کا احسان ہے۔ اور تمام دنیا کے مسلمانوں کو میرا ممنون ہونا چاہیئے کہ میں نے سبّ صحابہؓ کی بدعت کو دور کر دیا۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ صحابہ رضؓ قیامت کے دن میری شفاعت کرینگے

کوفہ کی مسجد میں چار یارؓ کے مناقب کا بیان

اس کے بعد نادر شاہ نے مجھ سے کہا۔ کہ مجھے اگرچہ اس امر کا علم ہے۔ کہ احمد خان آپ کا انتظار

کر رہا ہوگا۔ لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کل تک یہاں ٹھیریں تاکہ جامع مسجد کوفہ میں جمعہ پڑھا جائے۔
اور منبر پر تمام صحابہؓ کا نام اس ترتیب سے لیا جائے جو اہلِ سنت کا مذہب ہے۔ اور اس کے بعد میرے بڑے
بھائی سلطان آلِ عثمان سلطان محمود خان خلیفۃ المسلمین کے لئے دعا کی جائے اور تمام القاب جسقدر ان
کے بیان کئے جاتے ہیں اس کے بعد ان کے چھوٹے بھائی یعنی میرے لئے دعا کی جائے۔ لیکن میرے لئے
سلطان المسلمین سے کم دعا کی جائے۔ کیونکہ چھوٹے بھائی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے بڑے بھائی کی
توقیر اور تعظیم کرے۔ اور سلطان محمود خان درحقیقت مجھ سے اعلیٰ اور افضل اور اکبر ہیں کیونکہ وہ تو سلطان
ابن السلطان ہیں اور میں جب دنیا میں آیا تھا تو نہ میرا باپ سلطان تھا اور نہ دادا۔ پھر نادر شاہ نے مجھے
رخصت کیا۔ جب میں باہر نکلا۔ تو تمام ایرانی علمائے شیعہ صحابہ کرام کے مناقب اور فضائل اور مفاخر
ہر ایک خیمہ میں بیان کر رہے تھے اور ہر ایک ایرانی کی زبان سے صحابۂ کرام کے فضائل جاری تھے
جن کو وہ آیاتِ قرآنی اور احادیث سے ایسے طور پر استنباط کرتے تھے کہ اہلِ سنت کے بڑے بڑے
علماء بھی اس سے عاجز تھے اور ساتھ ہی شاہ اسمٰعیل کو برا بھلا کہتے تھے کہ اس نے کیوں اس بدعت کو جاری کیا۔
جمعہ کے دن بوقت صبح نادر شاہ نے نجف سے کوفہ کی طرف رُخ کیا۔ نجف اشرف سے کوفہ تقریباً ساڑھے تین
میل کے فاصلہ پر ہے۔ جب ظہر کا وقت ہوگیا نادر شاہ نے حکم دیا اپنے موذّن کو کہ جمعہ کی آذان دے اور سب
لوگوں کو حکم دیا کہ وہ جمعہ کے لئے حاضر ہو جائیں۔ میں نے اعتماد الدولہ سے کہا۔ کہ جمعہ کی نماز کوفہ کی جامع مسجد
میں اہلِ سنت کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک تو اس لئے جائز نہیں کہ کوفہ مصر نہیں
ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس لئے درست نہیں کہ شہر کے اصلی باشندے چالیس سے کم ہیں۔ اس نے
کہا کہ بادشاہ کا مطلب صرف یہ ہے کہ آپ لوگ حاضر ہوں اور خطبہ سن لیں خواہ آپ نماز پڑھیں یا نہ۔ پھر میں
جامع مسجد کی طرف گیا اور میں نے دیکھا کہ اس میں تقریباً پانچ ہزار آدمی موجود ہیں۔ ایران کے تمام علماء اور
سب خوانین حاضر تھے۔ اور منبر پر شاہ علی مدد نامی امام بیٹھا تھا۔ ملا باشی نے کربلا کے ایک عالم سے مشورہ
کرکے ملا شاہ علی مدد کو منبر سے اُتار دیا اور کربلائی ملا منبر پر چڑھا۔ اور اس نے خطبہ شروع کیا۔ اور خدائے
تعالیٰ کی حمد و ثناء اور درود کے بعد اُس نے کہا وعلی الخلیفۃ الاول الخ اور تمام خلفاء کا حسب ترتیب
اہلِ سنت نام لیا۔ اور اس کے بعد سلطان محمود خان ابن سلطان مصطفیٰ خان ترکی اور پھر نادر شاہ کے
لئے دعا کی۔ اس کے بعد رافضی نے نماز پڑھائی جو مذاہب اربعہ سے خارج تھی اور اعتماد الدولہ نے مجھ سے پوچھا
کہ خطبہ اور نماز کیسی تھی۔ میں نے کہا کہ خطبہ تو اہلِ سنت کے مذہب کے مطابق تھا۔ لیکن نماز چاروں مذہبوں
سے خارج تھی۔ حالانکہ بحر العلم نے ان پر یہ شرط لگائی تھی کہ وہ کوئی ایسا کام نہیں کریں گے جو چاروں مذہبوں

سے خارج ہو۔ اسلئے نادرشاہ کو چاہیئے کہ وہ اس کے متعلق ان کو ہدایت کر دے۔ اعتماد الدولہ نے یہ بات نادرشاہ تک پہنچا دی۔ نادرشاہ اس بات سے ناراض ہوا اور اس نے اعتماد الدولہ کے ذریعہ کہلا بھیجا۔ کہ احمد خاں کو خبر دیدینا۔ کہ میں تمام اختلافات حتیٰ کہ مٹی پر سجدہ کرنے کو بھی روک دونگا۔ اس کے بعد نادر شاہ کی طرف سے مٹھائیاں لائی گئیں اور اسقدر ہجوم ہو گیا کہ ملا باشی علی اکبر کا عمامہ اس کے سر سے گر گیا اور اس کی دو انگلیاں بھی زخمی ہو گئیں۔ میں نے پوچھا یہ لوگ دیدہ و دانستہ اسقدر بھیڑ کیوں کرنے لگے ہیں اور ایک دوسرے کے اوپر چڑھے جاتے ہیں۔ مجھ سے کہا گیا۔ کہ نادرشاہ اس سے خوش ہوتا ہے اور سب ازدحام اس کی خوشی کے لئے ہیں۔ اور اس کے بعد نادرشاہ نے مجھے رخصت کر دیا + تمت الکتاب بالخیر والحمد للہ رب العالمین +

انبالہ میں شیعیت کی بنیادیں ہل گئیں

خدا کے فضل سے جو بدعاتِ محرم کے استیصال کا کام لاہور میں پانچ سال ہوئے شروع کیا گیا تھا وہ نہ صرف دارالسلطنت پنجاب میں کامیاب ہوا بلکہ اس کا نیک اثر دوسری شہروں میں بھی پہنچا۔ جس کی اطلاع وقتاً فوقتاً دائرۃ الاصلاح کے رسالوں میں بھی دی جاتی رہی۔ انبالہ میں بھی شیعوں کے اثر سے بدعات زوروں پر رہی ہیں۔ بے ادب شیعوں نے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان پر قسم قسم کے اتہام لگانے شروع کئے۔ تو منشی محمد صابر صاحب نے شہر مذکور سے ہمارے رسالے منگا بھیجے جنہیں پڑھ کر ایک بہت بڑا جھگڑا الو شیعہ مسلمان ہو گیا اور کئی اور شیعیت کی طرف سے تردد میں پڑ گئے ہیں۔ وہاں کے کئی مسلمانوں نے عہد کر لیا ہے کہ وہ آئندہ سال نہایت پرامن طریقہ سے اہلسنت میں سے رسوم مثلاً تعزیہ۔ مہندیاں اور مرثیہ خوانی دور کرنیکی کوشش کرینگے۔ وہ لوگ جو پیشتر ازیں ان بدعات میں سرگرمی سے حصہ لیا کرتے تھے اور اب جنہوں نے توبہ کر لی ہے اُن کے نام یہ ہیں (۱) غلام حسن ولد غلام حیدر (۲) الٰہ دیا ولد سوندھا (۳) محمد ابراہیم ولد خدا بخش (۴) نور الٰہی (۵) حافظ الٰہ دیا صاحب جو ایک بڑے مرثیہ خوان تھے (۶) رحمت اللہ ولد خدا بخش جو ایک تعزیہ دار (تعزیہ گر) ہیں مگر آئندہ تعزیہ نہ بنانے کا عہد کرتے ہیں (۷) محمد یامین (۸) محمد شفیع (۹) کریم بخش (۱۰) محمد اسمٰعیل (۱۱) مقبول ولد اختیار خاں وغیرہ وغیرہ

باش تا آفتاب جلوہ کند　　　کایں ہنوز از نتائج سحر است

(ماخوذ از نامہ منشی محمد صابر صاحب انبالوی۔ مورخہ ۸ $\frac{12}{24}$)

عطیۂ شادی

مرزا محمد نواز صاحب خلف الرشید مرزا نوازش علی صاحب ریٹائرڈ ای ۔ ے ۔ سی وہ نوجوان ہیں جن کی طرف سے ایک دفعہ ایک سخت تقیہ باز شیعہ نے ہماری انجمن کے خلاف ایک جھوٹا اشتہار شائع کیا تھا۔ جس کی تردید فوراً ہی اُن کی طرف سے کر دی گئی تھی۔ جس پر وہ ناکام عیار دم بخود رہ گیا تھا۔ انہی مرزا صاحب کی شادی کتخدائی بڑے دن کی تعطیلات میں دائرہ کے معاون ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب مرحوم کی دُختر بلند اختر سے ہوئی۔ اس تقریب شادی پر مرزا صاحب موصوف نے دائرۃ الاصلاح کو دس روپے بطور عطیہ عطا کئے ہیں خدائے تعالیٰ اس شادی کو مبارک کرے اور بنے بنی ہیں بنی رہے ؎

انہی دنوں میں دائرۃ الاصلاح کے ایک اور رکن جو انجمن کا کام نہایت سرگرمی سے کرتے ہیں کی شادی خانہ آبادی کا مژدۂ فرحت افزا موصول ہوا ہے۔ رب تبارک و تعالیٰ اس صاحب ذوالفقار علی نوشاہ کو شاد و آباد رکھے۔ اور یہ شادی مبارک ثابت ہو۔ ہمیں امید ہے۔ کہ ان کی نئی مصروفیت خدمات دائرہ میں خلل انداز نہ ہوگی ؎

انتقالِ پُرملال

نہایت افسوس ہے کہ ۲۲۔۲۳ دسمبر ۱۹۳۴ء کی درمیانی (۲۵ رجادی الاولیٰ کی) رات کو ہمارے محترم بھائی صاحبزادہ غلام دستگیر صاحب نامی ہاشمی کی والدہ ماجدہ نے چند روز کی علالت کے بعد ۷۰ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ نہایت ہی بزرگ اور پارسا تھیں۔ شب و روز یادِ خدا میں بسر کرتی تھیں آپ کی تمام عمر قرآن مجید کی تلاوت اور درس و تدریس میں گذری۔ مرحومہ جیسی خود پرہیزگار اور متقی تھیں ایسی ہی اُن کی اولاد ہے۔ ہمیں اس حادثہ جانکاہ پر حضرت صاحبزادہ صاحب اور ان کے بھائیوں اور عزیزوں سے دلی ہمدردی۔ اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت نصیب کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ہمیں امید ہے کہ جس طرح مرحومہ کو ایصال ثواب کے لئے خلوص سے خالی از نام و نمود کام شروع کیا گیا ہے اسی طرح چہلم تک نبھایا جائیگا (محمد حفیظ اللہ نائب دبیر)

روافض کی بدزبانی کا ردِّ عمل

ایران میں بھی جسے صحابہ کرام سے قومی دشمنی ہے اور جس میں شیعہ بتعداد کثیر آباد ہیں تبرا کہنا جرم ہے۔ مگر لاہور میں ان کی مشہور بدزبان انجمن نے جس کے ارکان کی نجابت

خاندانی ان کی حرکات سے ظاہر ہے بزرگانِ دین پر طرح طرح کے افترا کرنا انہیں بُرا بھلا کہنا وطیرہ بنا لیا ہے - اس کا یہ اثر ہوا ہے کہ بھاٹی دروازہ میں ایک انجمن عثمانیہ قائم ہوئی ہے - جو روافض کے علی الرغم خاندانِ بنی اُمیّہ کی مذہبی خدمات کی تاریخ شائع کیا کرے گی - اُس نے ایک کتاب **مرقع واقعہ کربلا** حال ہی میں شائع کی ہے - جسے پڑھ کر بدگو جماعتِ روافض اپنی حرکات پر تبرا بھیجے گی - کہ ہم نے کیوں خادمانِ اسلام کے منہ آکر ایک ایسا گروہ پیدا کر دیا جو ان کے انداز پر شیعوں کے فرضی ائمہ کے متعلق اس طرح آزادانہ لکھنے پر مجبور ہوا - جو بزرگوں کی عزت کرنے والے عام حنفی مسلمانوں کے مسلک کے خلاف ہے - کیا بدزبان شیعہ اب بھی بزرگانِ دین کی بدگوئی سے باز رہ آئیگا؟

دائرہ کے زرِ امانت کی واپسی کا وعدہ

الحمد للہ کہ خان صاحب شیر محمد صاحب کے فرزند رشید مسٹر نذیر احمد صاحب نے اپنے چچا قاضی دین محمد صاحب اپنے بزرگ رشتہ دار میاں محمد صاحب کے روبرو وعدہ کیا ہے - کہ وہ دائرہ کا زرِ امانت جلد واپس کر دینگے - خدا انہیں ایفائے وعدہ کی جلد تر توفیق دے ۔

اغراض و مقاصد دائرہ

(۱) مسلمانوں کو اتفاق و اتحاد کی تلقین کرنا

(۲) بزرگانِ دین کی عظمت و حرمت کا سکّہ دلوں میں بٹھانا

(۳) خلافِ شرع رسم و رواج کی بیخکنی کرنا ۔

آمد و خرچ

سنہ ۱۹۲۴ء میں انجمن کو پہلے سال کی بچت سمیت ۳۴۰ روپے ۶ آنے ۹ پائی آمد ہوئی - اور ۳۰۹ روپے ۱۴ آنے ۷ پائی خرچ - باقی ۳۰ روپے ۸ آنے ۲ پائی بچت - کتاب ہذا کے اخراجات ماہ جنوری کے حساب میں شمار ہونگے ۔

ناجی خازن ۲۳ / ۱ / ۲۵